ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۳ جمعۃ المبارک ۲ فروری ۱۹۹۶ء شمارہ ۵

رمضان المبارک میں درس قرآن کریم کی پاکیزہ عالمی مجلس

لندن (۲۶ جنوری) برطانیہ میں رمضان المبارک کا آغاز ۲۲ جنوری سے ہوچکا ہے۔ گزشتہ سال کی طرح امسال بھی امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہفتہ سے جمعرات تک روزانہ لندن کے وقت کے مطابق صبح ساڑھے گیارہ بجے سے دوپہر ایک بجے تک مسجد فضل لندن میں درس قرآن کریم ارشاد فرماتے ہیں اور آپ کا یہ درس القرآن مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ یہ درس اردو زبان میں دیتے ہیں جبکہ اس کا رواں ترجمہ انگریزی، عربی، فرانسیسی، ترکی، روسی اور جرمن زبانوں میں نشر کیا جاتا ہے۔ یوں دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی یہ منفرد اور نہایت پاکیزہ درس القرآن کی عالمی مجلس ہوتی ہے جس میں مختلف قوموں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لاکھوں افراد شامل ہوکر علوم و معارف قرآن سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

امسال حضور ایدہ اللہ نے گزشتہ سال کے درس کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے سورہ آل عمران کی آخری دو آیات سے درس کا آغاز فرمایا اور آج تک سورۃ النساء کی چوتھی آیت کا درس جاری تھا۔

تمام دنیا میں بعینہ ایک ہی تاریخ کو رمضان نہ شروع ہوتا ہے اور نہ ہوسکتا ہے

خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ نظام کے قوانین کو سمجھ کر اور ان پر ایک اصول کے مطابق تمام دنیا میں یکساں عمل کرکے اللہ کے احکام کے تابع وحدت قائم ہوسکتی ہے، اس سے ہٹ کر نہیں

(خلاصہ خطبہ ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء)

لندن (۱۹ جنوری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیات ۱۸۶ اور ۱۸۷ کی تلاوت کرنے کے بعد ان کے مضامین کی وضاحت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ ان آیات میں رمضان مبارک کا ذکر ہے اور اس کے مختلف فوائد اس رنگ میں بیان فرمائے گئے ہیں کہ پڑھنے والا بے ساختہ رمضان مبارک کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے "انزل فیہ القرآن" کے مختلف معانی کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ تمام معانی درست ہیں۔ اس مہینے میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا، اور چونکہ ہر سال رمضان کے مہینہ میں اس وقت تک نازل شدہ قرآن کریم حضرت جبریلؑ، رسول اللہ کے ساتھ مل کر دہرایا کرتے تھے اور آخری رمضان میں دو دفعہ قرآن دہرایا گیا۔ اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ رمضان کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تمام تر شریعت، احکامات اور نواہی پر جس کثرت کے ساتھ اور جس تکمیل کے ساتھ رمضان میں عمل کیا جاتا ہے اور کروایا جاتا ہے اس پہلو سے کوئی اور مہینہ ایسا نہیں کہلاسکتا کہ گویا قرآن کریم اس کے بارہ میں نازل ہوا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے "فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" کی وضاحت میں فرمایا کہ یہاں بتایا گیا ہے کہ جو بھی رمضان کو طلوع ہوتا ہوا دیکھے وہ اس کے روزے رکھے اور رمضان کا مہینہ اکٹھا طلوع نہیں ہوتا۔ حضور نے فرمایا کہ رمضان بعینہ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ نہ شروع ہوتا ہے، نہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جب ایک جگہ چاند طلوع ہوگا دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف وقت ہوگا۔ بعض جگہ اندھیرا ہوگا۔ بعض جگہ صبح ہوگی، کہیں دوپہر ہوگی، کہیں عصر کی نماز پڑھی جارہی ہوگی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے "من شھد" کا مفہوم یہاں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہرگز خدا کا یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں اکٹھے روزے رکھیں، اکٹھے ختم کریں اور ایک ہی دن عید منائی جائے کیونکہ افق بدل جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس جگہ "من" میں ایک فرد واحد مراد نہیں بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہو۔ اگر افق ایک ہو تو چند آدمی بھی چاند دیکھنے کی شہادت دیدیں تو وہ تمام لوگ اس کے مطابق رمضان کا آغاز کریں گے۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ، بے شمار برکات کو اپنے دامن میں لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سب پر طلوع کرچکا ہے۔ رمضان کی برکات سے جھولیاں بھرنے کا سلسلہ انفرادی اور اجتماعی رنگ میں ہر جگہ جاری ہے۔ مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا درس القرآن ایک عجیب شان اور عظمت رکھتا ہے۔ قرآنی علوم و معارف پر مشتمل پر یہ درس القرآن ایم ٹی اے کے ذریعہ ساری دنیا میں دیکھا اور سنا جاتا ہے اور یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اکناف عالم میں عشاق اسلام اس روحانی مائدہ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ درس القرآن رمضان المبارک کے اجتماعی بابرکت پروگراموں میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کے خداداد علم قرآن میں غیر معمولی برکت اور وسعت عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

ہفتہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۶ء

معمول کے مطابق آج بچوں کی حضور انور کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام ہوا۔ جس میں سب سے پہلے ایک بچی نے نظم پڑھی پھر حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت عبدالرحمانؓ مہر سنگھ صاحب کے حالات زندگی خود بیان فرمائے جس کے بعد مختلف بچے اور بچیوں نے اردو، عربی اور فارسی میں نظمیں پڑھیں۔ بعد ازاں ایک بچی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار الہامات جو چار زبانوں (عربی، اردو، انگریزی اور پنجابی) میں تھے، سنائے۔ جس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عربی الہام "الیس اللہ بکاف عبدہ" کے بارہ میں تفصیل سے بچوں کو بتایا۔

اتوار ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء

آج انگریزی بولنے والے احباب کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سوال و جواب ہوئی۔ اس مجلس میں سیرالیون اور انگلستان کے احمدی احباب اور ایک غیر مسلم خاتون نے شرکت کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

★ سائنسی ترقی اور معین معلومات کی موجودگی کے باوجود مسلمان رمضان کا آغاز مختلف دنوں میں کیوں کرتے ہیں۔ نیز اگر روزے مختلف دنوں سے شروع ہوں تو کیا ایسے روزے قابل قبول ہوں گے؟

★ لیلۃ القدر کی اہمیت کیا ہے؟ نیز ہم کب اور کیسے اس کا مشاہدہ کرسکتے ہیں؟

★ غیر احمدی کس وجہ سے اس بات پر اصرار کرتے رہتے ہیں کہ احمدی غیر مسلم ہیں جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچے مسلمان ہیں؟

★ مغربی معاشرہ کے برے اثرات بالخصوص آزادی کی تحریکات افریقہ میں روایتی خاندانی زندگیوں کو بری طرح متاثر کر رہی ہیں۔ آپ اس سلسلہ میں لوگوں کو کیا مشورہ دیں گے؟

★ تیسری دنیا کے ممالک کے مسائل کے حل کرنے میں جماعت احمدیہ کیا کردار ادا کرسکتی ہے؟

★ ان دنوں انگلستان میں MAD COWS کی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ اس بیماری کے بارے میں حضور کا مختصر تبصرہ۔ ان حالات میں کیا گائے کا گوشت کھانا درست ہوگا؟

★ خلافت موومنٹ کے بارہ میں سوال کہ کیا مسلمان کبھی اس نظام کو قائم کرسکیں گے؟

★ اسلام ساری دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب ہے تو پھر ساری دنیا کے لوگ آسانی سے اس مذہب کو قبول کیوں نہیں کرلیتے؟

★ ہمارا یقینی عقیدہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اختلافات کے حل کے لئے اپنی طرف سے بھیجا ہے۔ کیا انسان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خدائی انتخاب پر اعتراض کرے؟

★ احمدیت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ کیا نئے احمدیوں کی تربیت کا کوئی پروگرام جاری ہے؟

★ بعض غیر احمدی قرآن مجید کے تراجم کرنے کو درست خیال نہیں کرتے۔ حضور کا کیا تبصرہ ہے؟

سوموار، منگل ۱۵ و ۱۶ جنوری ۱۹۹۶ء

پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں میں ہومیو پیتھی کی بالترتیب کلاسز نمبر ۱۳۹ اور ۱۴۰ لیں۔

بدھ، جمعرات ۱۷ و ۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء

حسب پروگرام ان دو دنوں میں ترجمۃ القرآن کی کلاسز میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بالترتیب سورۃ یونس کی آیات ۲۸ تا ۵۳ اور آیات نمبر ۵۴ تا ۷۴ کا آسان فہم ترجمہ اور ضروری مقامات کی تفسیر بیان فرمائی۔ یہ ترجمۃ القرآن کی کلاسز نمبر ۱۱۲ و ۱۱۳ تھیں۔

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

نیکیوں کی جڑ

رمضان کا مقدس و مبارک مہینہ مومنین صالحین کے قلوب پر اپنے بے انتہا فیوض و انوار کی بارشیں برساتا ہوا بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر طرف رحمت کی نسیم چل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مغفرت اور دعاؤں کی قبولیت کا فیضان عام جاری ہے۔

روزہ کوئی بوجھ نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے روزہ مومنوں پر اس لئے فرض کیا گیا ہے "لعلکم تتقون" تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ چنانچہ مومنین کا فرض ہے کہ وہ روزہ کی اس بنیادی غرض کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں ورنہ ان کا بھوکا پیاسا رہنا ایک بے فائدہ اور بے ثمر عمل ٹھہرے گا۔

تقویٰ کیا ہے؟ یہ بہت وسیع مضمون ہے۔ قرآن مجید نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور تقویٰ کی مختلف منازل، مختلف مراتب، کا بڑی وضاحت سے ذکر فرمایا ہے اور متقین کی علامات کو کھول کر بیان کیا ہے۔ رمضان کے ان بابرکت ایام میں جبکہ خصوصیت سے تلاوت قرآن مجید بھی کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، ہمارا فرض ہے کہ تلاوت کے دوران جہاں متقین کا ذکر آتا ہے اور تقویٰ کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے اس پر ٹھہر کر خاص طور پر غور کریں اور اپنے طور پر جائزہ لیں کہ کیا ہم تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہیں یا نہیں اور پھر جہاں جہاں جس پہلو سے کوئی کمی یا نقص دکھائی دے اسے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

قرآن مجید میں جب بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو سب سے اول اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ تقویٰ کے ایک معنی ڈھال یا بچاؤ کے ذریعہ کے بھی ہیں۔ چنانچہ تقویٰ اللہ اختیار کرنے کے حکم کا ایک پہلو یہ ہے کہ تم اللہ کو اپنی ڈھال بناؤ۔ ہر قسم کے خطرات، ہر قسم کے ظاہری و باطنی شر اور فساد اور نقصان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں آؤ۔ کیونکہ وہی ایک اور صرف ایک ایسی ذات ہے جو ہر لحہ و ہر آن اور ہر قسم کے شر اور نقصان سے تمہاری حفاظت کر سکتی ہے۔ وہی ہے جس کی امان میں آکر تم ہر قسم کی راحت اور سرور حاصل کر سکتے ہو۔ ورنہ تمہاری صحتیں، تمہاری طاقتیں، تمہاری صلاحیتیں، تمہارے ازواج و اولاد، تمہارے اموال، تمہاری جائیدادیں، تمہارے دوست احباب یا تعلق والے، تمہارے قبیلے، تمہاری اقوام، تمہاری حکومتیں، تمہاری چالاکیاں یا کسی قسم کی تدبیریں خدا کے مقابل پر تمہارے، کسی کام نہیں آسکتیں اور نہ تمہیں حقیقی خوشی پہنچا سکتی ہیں۔ اس لئے اگر تم سچی خوشی اور دائمی خوش حالی اور ابدی سکون اور اطمینان قلب کے متمنی ہو تو اللہ کی حفاظت میں آجاؤ، اس کو اپنی ڈھال بنالو، اس میں نہاں ہو جاؤ، یہی ہر مذہب کی بنیادی تعلیم ہے۔ تمام انبیاء کرام اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔ چنانچہ جنہوں نے اس آواز پر لبیک کہا اللہ نے ان کی نصرت فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ناکام و نامراد کیا۔ قرآن مجید ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

پھر قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ ہر نیکی کی جڑ بھی ہے اور تقویٰ کی جڑ سے نشوونما پانے والے نیک اعمال ہی انسانوں کو تقویٰ کے بلند تر مراتب تک پہنچانے کا موجب بنتے ہیں۔ تقویٰ کے یقیناً بہت سے مراتب ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے تقویٰ میں بہت فرق ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ متقی تھے۔ خود آپؐ نے ایک موقعہ پر اللہ کی اس نعمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ "اتقی" ہوں۔ پس تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر قدم مارے جائیں۔ آپؐ نے تقویٰ کی راہوں پر خود عمل کر کے امت کے لئے جو نمونہ قائم فرمایا ہے وہی راہیں ہیں جن پر چلنے سے انسان تقویٰ کو پا سکتا ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت (سورہ البقرہ: ۱۸۴) جس میں مومنوں پر روزوں کو فرض قرار دیا گیا ہے اور اس کی غرض تقویٰ بتائی گئی ہے اس سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ خود روزہ بھی تقویٰ کی راہوں میں سے ایک راہ ہے اور حصول تقویٰ کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ حدیث نبویؐ میں روزہ کو ڈھال قرار دیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے یہ آگ سے اور زمانے کی تکلیفوں اور ہلاکتوں سے اور خدا کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے یعنی اسے اپنی ڈھال بنانے اور اس کی حفظ و امان میں جگہ پانے کے لئے روزہ ایک بہت ہی اہم طریق ہے۔ روزہ سے انسان کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کی حالت میں انسان ان بہت سی جائز چیزوں سے بھی باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اور ضرورت کے محض اس لئے رکا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کی حالت میں ان کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہے تو شدت پیاس یا شدت بھوک کے وقت کوئی مشروب پی سکتا ہے یا دیگر کھانے پینے کی اشیاء استعمال کر سکتا ہے اور اگر اسے لوگوں کا خوف ہو تو ان کی نظروں سے چھپ کر بھی وہ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن روزہ دار ایسا نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ سچا روزہ دار ریاء کے خیالات سے پاک ہوتا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں اس کی خاطر روزہ رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں نے جس کی خاطر روزہ رکھا ہے اس کی نظروں سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ اور اس کی طرف سے روزہ کی حالت میں ان باتوں کی اجازت نہیں۔ غرضیکہ روزہ دار جب ان تمام جائز اور حلال باتوں سے بھی باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اور باوجود ضرورت کے اور کسی قسم کے روک کے نہ ہونے کے صرف اس لئے رکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اجازت نہیں تو ایسے شخص سے صریح حرام اور ناجائز امور کے ارتکاب کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔

پس رمضان کا مہینہ گویا ایک تربیتی عرصہ ہے جس میں مومنوں کو یہ مشق کروائی جاتی ہے کہ وہ باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اور ضرورت کے ان چیزوں سے رکے رہیں جن سے رکے رہنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور ان امور کو بجالائیں جن کے کرنے کو اس نے پسند فرمایا ہے اور ان کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ گویا تمام امور میں اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا کو مقدم کرنے کا بنیادی سبق ہے جو ہمیں روزوں سے ملتا ہے۔ اور یہی تقویٰ کی پہلی منزل ہے

کہ انسان اپنے تمام امور میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی رضا کو مقدم رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو بلکہ "مرضی مولا از ہمہ اولیٰ" کا زریں اصول اس کی زندگی کا معمول بن جائے۔ اگر ایسا ہو تو یہی وہ تقویٰ کا بنیادی معیار ہے جو مومن کی تمام زندگی کو حسین سے حسین تر بناتا چلا جائے گا اور اس کے نیک اعمال کے پاکیزہ درخت کو اللہ کے حکم سے نئی رفعتیں عطا ہونگی اور نئے اور تازہ بتازہ شیریں پھل نصیب ہونگے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا"۔

خدا کرے کہ ہم روزوں کی اس بنیادی غرض یعنی "تقویٰ" کو حاصل کرنے والے ہوں اور یہ تقویٰ ایک دفعہ ہمیں حاصل ہو تو پھر کبھی ہمارا ساتھ نہ چھوڑے بلکہ ہمیں ہمیشہ تقویٰ کے اعلیٰ مراتب تک لے جانے کا باعث بنتا چلا جائے تا آنکہ ہم پورے طور پر اس محبوب حقیقی کی حفظ و امان میں آجائیں کہ جس کے سوا کوئی معبود اور محبوب اور مقصود نہیں اور "لاالہ الااللہ" کے اقرار پر ہماری زندگیاں ایک عملی گواہ بن جائیں۔

اللھم انا نسالک الھدیٰ والتقیٰ والعفاف والغنیٰ۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً۔

(بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور ومسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا أَقْبَلَ اللَّیْلُ وَأَدْبَرَ النَّھَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ۔

(بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے اور دن چلا جائے یعنی سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیئے۔

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ نے اس سوال کا بھی تفصیلی جواب خطبہ میں وضاحت سے دیا کہ کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا "من شھد منکم" کے تابع ہوگا یا نہیں ہوگا؟ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ اگر سائنسی لحاظ سے چاند کی پیدائش یعنی طلوع پر ایک معین وقت گزر چکا ہو اور یا اس کا زاویہ زمین کے افق سے اتنا اونچا ہو چکا ہو جہاں سے اسے دیکھا جاسکتا ہے تو پھر اسے ننگی آنکھ سے دیکھنا ممکن ہوتا ہے اور سائنسی لحاظ سے یہ معلومات معین طور پر مل سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مسخر فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آرہی ہیں انکو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا کہ ہم کبھی بھی ایسی گواہی کو قبول نہیں کرتے جہاں ننگی آنکھ سے چاند کو دیکھنا ممکن نہ ہو۔ حضور نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی کہ رمضان کو سورج سے کیوں نہیں باندھا۔ اس سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ نے مختلف حکمتوں کا ذکر فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند دونوں سے وابستہ عبادات اکھٹی ہوگئی ہیں۔ پانچ فرض نمازیں اور تہجد کو سورج سے باندھا گیا ہے۔ ایسی جگہیں جہاں چھ مہینے یا سال کا دن ہوتا ہے وہاں نمازوں کے اوقات سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے رہنمائی فرمادی اور فرمایا کہ روزمرہ کے عادی دنوں کے مطابق اندازہ کر کے نمازیں پڑھی جائیں۔ اس پہلو سے حضور ایدہ اللہ نے مختلف مثالیں دے کر تفصیل سے روزہ اور نمازوں کے اوقات کی تعیین کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔ اور فرمایا کے تمام ایسی جماعتوں میں خصوصیت سے جو جنوب کے زیادہ قریب ہیں یا شمال کے زیادہ قریب ہیں ایسے بورڈ بنانے چاہئیں جو ان امور کی روشنی میں اپنی جماعتوں کی رہنمائی کریں۔ حضور نے فرمایا کہ وحدت توحید کے تابع چل کر قائم ہو سکتی ہے۔ جس خدا نے پیدا کیا ہے اس کی غلامی میں وحدت بنے گی۔ پس اس کے قوانین کو سمجھنا اور ان پر ایک اصول کے مطابق تمام دنیا میں یکساں عمل کرنا پھر اگر وقت تبدیل بھی ہوں تو وحدت نہیں ٹوٹ سکتی کیونکہ اللہ کے احکام کے تابع آپ ایک لڑی میں منسلک رہیں گے۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے بقیہ حصوں کی مختصر وضاحت فرمائی اور رمضان کے فضائل اور اس کی برکتوں کا ذکر فرمایا۔

(پانچویں قسط)

مسیحیت
ایک سفر حقائق سے فسانہ تک
Christianity —— A journey from facts to fiction

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ
کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

[یہ اردو ترجمہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل حال جرمنی) نے کیا ہے جسے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے - مدیر]

مسیح کی ابنیت سے پیدا ہونے والے اشکال

یسوع مسیح کی ذات، مقام اور خدا سے اس کے تعلق کے بارہ میں عیسائی حضرات کی تفہیم کچھ اس نوعیت کی ہے کہ اسے تسلیم کرنے سے کئی لاینحل مسائل سر اٹھائے بغیر نہیں رہتے۔ مسیحی عقیدے کے مزید تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ سے جو بات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا ایک بیٹا ہے جو بیک وقت مکمل انسان اور مکمل خدا دونوں کی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے کی رو سے اگر دیکھا جائے تو باپ بعینہ بیٹے جیسا نہیں ہے۔ باپ اپنی ذات میں ایک مکمل خدا ہے لیکن وہ مکمل انسان نہیں ہے۔ جبکہ بیٹا مکمل خدا بھی ہے اور مکمل انسان بھی۔ اس لحاظ سے اس کی دو شخصیتیں ہیں اور بلحاظ خصوصیات دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ یہ خصوصیات ایسی ہیں جو باہم ایک دوسرے میں منتقل نہیں ہو سکتیں۔ بعض مادوں میں ایسے خواص ہوتے ہیں جو قابل انتقال ہونے کے باعث مختلف شکلوں میں منقلب ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر پانی ہی کو لے لیں۔ یہ اپنی اصلیت اور اجزائے ترکیبی میں کوئی فرق لائے بغیر برف اور اسی طرح بخارات میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا اور مسیح کے امتیازی اوصاف (جبکہ ان دونوں میں سے ایک میں بعض اوصاف کا اضافہ کر دیا گیا ہے) باہم ایک دوسرے سے آگ اور پانی کی طرح میل کھا ہی نہیں سکتے۔ ان میں سے ایک کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ دوسرے جیسی قلب ماہیت اختیار کر سکے یا اس کی طرح اپنی کایا پلٹ سکے۔ اور پھر بھی مسیحی عقیدہ کی رو سے یہ ماننا ضروری ہے کہ دونوں باہم اس طرح ایک جیسے ہیں کہ ان میں فرق کرنا ممکن نہیں۔

ایک مسئلہ اور بھی ہے اور وہ فی ذاتہٖ ہے بھی بہت گھمبیر۔ وہ یہ ہے کہ کیا واقعی مسیح مکمل خدا ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل انسان بھی تھا۔ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعی ایسا ہی تھا تو ماننا پڑتا ہے کہ وہ باپ سے مختلف تھا کیونکہ باپ نے تو بیٹے کی طرح کبھی مکمل انسان کا روپ نہیں بھرا۔ مکمل چھوڑ کبھی نامکمل انسان کا روپ اختیار کرنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوا۔ یہ کس قسم کی رشتہ داری تھی دونوں کے مابین؟۔ کیا بیٹا درجہ میں باپ سے بھی بڑا تھا؟ اگر بیٹے کو مکمل انسان ہونے کے اضافی وصف نے کسی بڑائی یا فضیلت سے ہمکنار نہیں کیا تو پھر یہ اضافی وصف، وصف نہ رہا بلکہ ٹھہرا ایک نقص۔ اس لحاظ سے بیٹا خدا کے مقابلہ میں ناقص ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ خدا کے ناقص بیٹے کا تصور نہ صرف مسیحی عقیدے اور دعویٰ کے برخلاف ہے بلکہ خود خدا کے بیٹے کا تصور ہی خدا کی ہستی کے عالمگیر تصور یا نظریہ سے قطعاً کوئی میل نہیں کھاتا۔ پس عیسائیت کے ایسے سراسر متناقض عقیدے کو کوئی کیسے درست سمجھ سکتا ہے جو ہم سے اس بات پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے کہ "ایک میں تین" اور "تین میں ایک" کے درمیان کوئی فرق نہیں بلکہ یہ دونوں ہو بہو ایک ہی ہیں۔ ایسا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب کسی عقیدہ کی تمام تر بنیاد حقیقت کی بجائے سراسر بے اصل قصے کہانیوں پر اٹھائی جائے۔

اسی پر بس نہیں حل طلب مسئلہ ایک اور بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر مریم کے بطن سے پیدا ہونے کی وجہ سے مسیح خدا کا بیٹا بن گیا تھا تو اس نئی پیدائش سے قبل اس کی حیثیت کیا تھی؟ اگر وہ مریم کے بطن سے پیدا ہونے سے پہلے بھی خدا کا ازلی بیٹا تھا تو اسے جسمانی جسم میں مقید کر کے ولادت کے چکر میں ڈالنا کیوں ضروری تھا؟ اور اگر ایسا ہونا ضروری تھا تو یہ اس امر پر دال ہے کہ اس کے بیٹا ہونے کی کیفیت و ماہیت ازلی نہ تھی بلکہ جب وہ انسانی جسم کو خیرباد کہہ کر آسمان کی طرف واپس لوٹ گیا تو وہ اضافی وصف بھی جاتا رہا۔ پس اگر دیکھا اور غور کیا جائے تو اس مسیحی عقیدہ سے ایک نہیں کئی الجھنیں جنم لیتی ہیں اور ان الجھنوں کی وجہ سے عقل عمومی اسے رد کئے بغیر نہیں رہتی۔ میں پھر سب مسیحی حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان الجھنوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے ولادت مسیح کے ایک باعزت اور حقیقی منظر نامہ کو قبول کر لیں اور اس کی رو سے وہ اس حقیقت پر ایمان لے آئیں کہ خدا نے اپنے بعض مخفی قوانین قدرت کو بروئے کار لا کر تخلیق کے ایک غیر معمولی اور خاص ذریعہ سے مسیح کو ولادت بخشی۔ مسیح تمثیلی اور استعارہ کے رنگ میں خدا کا بیٹا تھا نہ کہ حقیقی رنگ میں۔ حقیقی بیٹے کا تصور اس کی الوہیت اور وحدانیت کے سراسر منافی ہے۔ تمثیلی رنگ میں اس کا بیٹا ہونے کی وجہ سے خدا نے اسے اپنی محبت خاص کا سزاوار ٹھہرایا۔ اپنے اس امتیاز کے باوصف وہ ایک انسان ہی تھا نہ کہ خدا۔ رہا اس کا ابن اللہ ہونے کا تصور سو اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسیح کے قریباً تین سو سال بعد اس تصور کو اس کی ذات کے ساتھ اس لئے منسلک کیا گیا تا کہ ایک مافوق الفطرت طلسماتی داستان کے طور پر اس کا تذکرہ آئندہ بھی زندہ رہے۔ حیات مسیح کے اس پہلو پر ہم بعد میں روشنی ڈالیں گے۔

باپ خدا اور مریم کے درمیان ازدواجی رشتہ کا سوال ایک ایسا ناگوار سوال ہے جس پر کھلے بندوں بحث کرنے سے کون ہے جو کراہت محسوس نہ کرے۔ تاہم باپ اور بیٹے کے مابین مریم کی درمیانی واسطہ والی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش ایک ایسا معاملہ ہے کہ اس کے ذکر کو ناپسندیدہ ہونے کے باوجود یکسر نظر انداز کرنا بھی مشکل ہے۔ غالباً یہی وہ سوال تھا جو مشہور جرمن فلاسفر نطشے (Nietzsche) کے لئے بہت خلجان کا موجب بنا اور آخر کار اس نے اس بارہ میں اپنی گھٹی اور دبی ہوئی بے اطمینانی کے اظہار کا ذریعہ ان الفاظ کو بنایا:

"زرتشت جب جادوگر سے مخلصی حاصل کر چکا تو ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اس نے دیکھا کہ جس راستہ پر وہ جا رہا ہے اس کے ایک طرف پھر کوئی بیٹھا ہوا ہے وہ کالے رنگ والا ایک لمبے قد کا آدمی تھا جس کے تکان سے اترے ہوئے چہرے کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔ اس نے دل میں کہا "افسوس انسان کے روپ میں یہ ایک اور آفت میرا راستہ روکے کھڑی ہے۔ وضع قطع سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ کوئی پادری یا راہب قسم کا آدمی ہے۔ اس (یعنی زرتشت) نے کہا "اے راہ گیر! تو جو کوئی بھی ہے ایک ایسے شخص کی مدد کر جو راستہ سے بھٹک کر ادھر آ نکلا ہے یعنی مجھ ایسے بوڑھے کی جو اپنے آپ کو دکھ اور مصیبت میں مبتلا کرنے یہاں آ وارد ہوا ہے"۔

(راہ میں بیٹھے اس تھکے ماندے بوڑھے نے کہا)

"یہاں کی دنیا مجھ بوڑھے کے لئے دور دراز کی ایک اجنبی دنیا ہے۔ یہاں جنگلی جانوروں کی آوازیں مجھے سنائی دے رہی ہیں۔ وہ جو مجھے پناہ دے سکتا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں ایک آخری پارسا انسان، روحانی بزرگ اور راہب کو تلاش کر رہا تھا جس نے اس جنگل میں رہنے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں سنا جو ساری دنیا جانتی ہے"۔ زرتشت نے پوچھا "ساری دنیا کیا جانتی ہے؟ کیا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ قدیم خدا جس پر ساری دنیا ایمان رکھتی تھی اب زندہ نہیں رہا"۔ بوڑھے نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں بات یہی ہے۔ میں نے اس قدیم خدا کی اس کے آخری لمحات تک خدمت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اب میں اپنے آقا کی عدم موجودگی کے باعث خدمت گزاری کے فریضہ سے ریٹائر ہو چکا ہوں۔ لیکن آزاد میں اب بھی نہیں ہوں اور نہ گھنٹہ بھر کے لئے بھی خوشی میرے قریب پھٹکتی ہے سوائے اس کے کہ میں پرانی یادوں میں ہی مگن رہتا ہوں۔ میں ان پہاڑوں پر اس لئے چڑھ آیا تھا کہ میں آخر میں ایک بار پھر روحانی جشن مناؤں کیونکہ ایک بوڑھے پوپ اور کلیسیا کے فادر کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ نیک یادوں اور مقدس عبادتوں کا جشن منائے لیکن یاد رکھو! میں آخری پوپ ہوں"۔

"مگر انسانوں میں سے سب سے پارسا انسان اور وہ روحانی بزرگ جو اس جنگل میں گنگنا گنگنا کر خدا کی حمد کے ترانے گایا کرتا تھا (اور جس کی تلاش میں میں یہاں آیا تھا) وہ بھی اب مر چکا ہے"۔

"جب تلاش بسیار کے بعد مجھے اس کی جھونپڑی ملی تو میں نے اسے اس میں موجود نہ پایا۔ اس میں اگر کوئی ملا تو دو بھیڑیے ملے۔ وہ آوازیں نکال نکال کر اس کی موت پر رو رہے تھے کیونکہ جانور اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ میں جلدی سے وہاں سے نکل آیا"۔

"کیا میں ان جنگلوں اور پہاڑوں میں یونہی بے کار بھٹکنے اور مارا مارا پھرنے کے لئے آیا تھا؟ اس خیال کے آنے پر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ میں ان تمام لوگوں میں سے جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے ایک اور سب سے زیادہ پارسا انسان کو تلاش کروں یعنی زرتشت کو ڈھونڈ نکالوں"۔

اس بوڑھے آدمی نے یہ کہا اور گھنے اور اندر اتر جانے والی نظروں سے اسے گھورنے لگا جو اس کے سامنے کھڑا تھا۔ زرتشت نے اس بوڑھے پوپ کا ہاتھ تھام لیا اور احتراماً دیر تک اس کی تعریف کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اے محترم شخص دیکھ تیرا ہاتھ کیسا لمبا اور خوبصورت ہے لیکن اب اس ہاتھ نے اسے مضبوطی سے تھاما ہوا ہے جس کا تو متلاشی تھا یعنی تو نے مجھ زرتشت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے رکھا ہے"۔

"یہ میں ہی ہوں خدا کی ہستی پر یقین نہ رکھنے والا زرتشت! وہی زرتشت جو یہ کہتا ہے کہ مجھ سے زیادہ خدا کا منکر اور کون ہے کہ میں اس کی تعلیم میں مگن اور خوش رہوں"۔

زرتشت نے یہ کہا اور پھر اپنی گہری اور اندر اتر جانے والی نظر سے اس بوڑھے پوپ کے خیالات اور مخفی جذبات کو بھانپنے اور جاننے کی کوشش کی۔ آخر کار اس (بوڑھے پوپ) نے کہنا شروع کیا:

"جو اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتا تھا اور جس نے اس کو سب سے زیادہ اپنایا ہوا تھا اسی نے اب اس کو سب سے زیادہ گمشد شد کر کے فراموش کر دیا ہے"۔

دیکھو! کیا اب میں ہم دونوں میں سے زیادہ خدا کا منکر نہیں ہوں"۔

زرتشت نے گہری خاموشی کے بعد بڑے فکر انگیز لہجے میں کہا۔ "تم نے آخر تک اس کی خدمت کی۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ اس کی موت کیسے واقع ہوئی؟ کیا وہ، جو لوگ کہتے ہیں، صحیح ہے کہ اس کی رحم دلی نے خود اس کا اپنا گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔

"اور یہ کہ اس نے دیکھا کہ آدمی کیسے صلیب پر ٹنگا ہوا تھا۔ وہ اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا۔ لوگوں سے محبت اس کے لئے جہنم بن گئی اور آخر کار اس کی موت پر منتج ہوئی"۔

بوڑھے پوپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس حال میں کہ چہرے پر دکھ اور ملال کے آثار ہویدا تھے خفت کے رنگ میں ایک اور ہی سمت میں گھورنے لگا۔

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD. BD8 8DP
PHONE 01274 724331 / 488 446
FAX: 01274-730 121

زرتشت نے کافی غور و فکر میں ڈوبے رہنے کے بعد جس کے دوران وہ بوڑھے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتا رہا تھا۔ آخر کار کہا "اب مجھے چلنا چاہئے"۔

"اسے جانے دو وہ کبھی کا ختم ہو چکا۔ اور یہ امر تیرے معزز ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ تو اس مرے ہوئے خدا کو اچھے رنگ میں یاد کرتا ہے۔ ویسے تو بھی جانتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کون اور کیا تھا اور یہ کہ اس نے عجیب راہوں کی پیروی کی"۔

بوڑھے پوپ نے خوشی کے عالم میں کہا: "یہ آپس کی بات ہے اور میں آنکھوں تلے کہہ سکتا ہوں (کیونکہ وہ ایک آنکھ سے اندھا تھا) مقدس روحانی امور میں میں خود زرتشت سے زیادہ روشن ضمیر ہوں اور اے کاش ایسا ہی ہو"۔

"میں نے ازراہ محبت بہت سالوں تک اس کی خدمت کی اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع کر کے میں اس کی رضا کی تمام راہوں پر چلا۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک اچھا خدمت گزار سب کچھ جانتا ہے اور وہ کچھ بھی جانتا ہے جسے اس کا آقا خود اپنے آپ سے چھپایا کرتا تھا"۔

"وہ ایک پوشیدہ خدا تھا اور سربستہ راز کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ اپنے ایک بیٹے کے روپ میں آیا اور آیا بھی خفیہ اور بالواسطہ ذرائع سے۔ اس پر ایمان لانے کی راہ کے دروازے میں بدکاری ایستادہ ہے"۔

"جو کوئی محبت کے خدا کی حیثیت سے اس کی تعظیم کرتا ہے وہ خود محبت کو عظیم درجہ نہیں دیتا اور محبت کا اچھے لفظوں میں ذکر نہیں کرتا۔ کیا یہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ خود اس کا بھی محاسبہ کیا جائے؟ لیکن محبت کرنے والا تو جزا سزا کے خیالات سے بالا ہو کر محبت کرتا ہے"۔

"یہ مشرقی خدا جب حیوان تھا تو یہ بہت سخت گیر اور منتقم مزاج تھا۔ اس نے اپنے پسندیدہ لوگوں کی خوشی کی خاطر خود ایک جہنم تیار کی"۔

"لیکن آخر کار وہ خدا بوڑھا ہو گیا اور اس عمر میں وہ باپ سے زیادہ ایک دادا کے مانند بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک لڑکھڑاتی اور ہپپاتی بوڑھی دادی کی طرح بہت نرم خو، شیریں و دلکش اور محبت کرنے والا بن گیا"۔

"پھر وہ خدا اپنے کمرے کی چمنی کے ایک کونہ میں جزمراور حلوہ حریسہ ہو کر بیٹھ رہا اور اپنی کمزور ٹانگوں پر اپنے آپ کو سنبھالے بیٹھا جھنجھلاتا رہا۔ وہ دنیا اور اس کے کاروبار سے تھک ہار کر اس حال کو پہنچا تھا اور اپنی مرضی چلانے سے اکتا چکا تھا اور پھر آخر ایک دن اپنے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے رحم کے ہاتھوں دم گھٹنے سے مر گیا"۔

('Thus spoke Zarathustra'
by Friedrich Nietzshe
P. 271—273. Translation published
by Penguin Books 1969)

("زرتشت یوں گویا ہوا" مصنفہ فریڈرک نطشے، صفحات ۲۷۱ تا ۲۷۳۔ ترجمہ شائع کردہ پنگوئن بکس ۱۹۶۹ء)

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

مسائل رمضان

قیام رمضان

(عبدالماجد طاہر)

رمضان کی راتوں کو زندہ رکھنا یعنی کم سونا اور رات کو عبادت کے لئے جاگنا بہت بڑی برکتوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔ رات کا آخری حصہ بالخصوص قبولیت دعا اور تقرب الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو عبادت کے لحاظ سے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا:

من قام رمضان ایماناً واحتساباً
خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ

(نسائی کتاب الصیام، باب ثواب من قام رمضان و صامہ ایماناو احتسابا)

جو شخص رمضان کے مہینہ میں حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

قام کے لفظی معنی کھڑے ہونے کے ہیں اور مراد اس سے قیام الیل ہے یعنی رمضان کے مہینہ کی راتوں میں نوافل اور نماز تہجد کی ادائیگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک"

(بنی اسرائیل: ۸۰)

ترجمہ: اور رات کو بھی تو اس (قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر، جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے۔

عام حالات میں بھی نماز تہجد اور قیام الیل کا ثواب بہت بیان ہوا ہے لیکن ماہ رمضان میں روزہ کے ساتھ جب یہ عبادت ادا کی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کی جزاء بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ

(ترمذی ابواب الصوم، بخاری کتاب الصوم)

کہ روزہ کی عبادت تو خاص میرے لئے ہے اس لئے میں خود اس کی جزا بنوں گا۔

رات کی عبادت کا یہ وقت قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر رات کو ورلے آسمان پر آجاتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اسی کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں"۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ یوں اعلان فرماتا ہے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے اور ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دیا جائے۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر الیل والاجابۃ فیہ)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"رات میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے جو کچھ بھی مانگے اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات آتی ہے"۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فی الیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء)

الغرض رات کی عبادت اور دعائیں خدا کے حضور بہت مقبول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بھی عام حالات میں بہت زیادہ عبادت کرنے کا تھا۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"آپ ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ ایک دفعہ میں نے آپ سے عرض کی اے اللہ کے رسول، کیا اللہ نے آپؐ کو معاف نہیں کر دیا۔ پھر آپ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(بخاری کتاب التفسیر سورہ الفتح)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضورؐ ساری رات کھڑے ہو کر نماز میں یہ آیت پڑھتے رہے:

"ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم
فانک انت العزیز الحکیم"

کہ اے اللہ! اگر تو ان لوگوں کو عذاب دے گا تو یقیناً یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یقیناً تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

آنحضورؐ کی اس عبادت کی کیفیت کا بھی ذکر ملتا ہے کہ راتوں کو عبادت کرتے ہوئے آپؐ کا سینہ خدا کے حضور گریاں و بریاں ہوتا۔ دل ابل ابل جاتا اور سینہ میں یوں گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی جیسے ہنڈیا کے ابلنے سے گڑگڑ کی آواز آتی ہے۔

(شمائل ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آنحضورؐ رمضان المبارک میں رات کو کیسے عبادت فرماتے تھے۔ فرمایا حضورؐ رمضان میں اور رمضان کے علاوہ ایام میں بھی گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ چار رکعات ادا فرماتے۔ "ولا تسئل عن حسنہن و طولہن" اور تم ان رکعتوں کے حسن اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھو (یعنی میرے پاس الفاظ نہیں کہ حضورؐ کی اس لمبی نماز کی خوبصورتی بیان کروں)۔ پھر اس کے بعد ایسی ہی لمبی اور خوبصورت چار رکعات اور ادا فرماتے اور پھر تین وتر آخر میں پڑھتے تھے۔ (یعنی کل گیارہ رکعات)۔

(بخاری کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"رمضان میں تو آپؐ کمر ہمت کس لیتے تھے اور پوری کوشش اور محنت فرماتے تھے"۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"حضورؐ کو سوائے رمضان کے عام طور پر ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے نہیں دیکھا"۔ (نسائی کتاب قیام الیل وتطوع النہار، باب احیاء الیل)

ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے رمضان کو تم پر فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کی عبادت تمہارے لئے بطور سنت قائم کر دی ہے"۔ (نسائی)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے رمضان کی راتوں میں سحری کے وقت نوافل ادا کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے خواہ دو چار رکعت ہی کیوں نہ پڑھیں۔

عبادت کا یہ وقت بہت عظیم برکتوں کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان قرآن الفجر کان مشہوداً" (بنی اسرائیل: ۷۹)

صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا یقیناً اللہ کے حضور میں ایک مقبول عمل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کے لئے خاص طور پر تحریک و ترغیب دلایا کرتے تھے۔ بے شک آپ عزیمت کے طور پر اس کا حکم تو نہیں دیتے تھے تاہم تلقین و ترغیب ضرور فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"افضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلاۃ الیل"

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز صلاۃ الیل (یعنی تہجد) ہے۔

(سنن نسائی کتاب قیام الیل وتطوع النہار، باب فضل صلاۃ الیل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے"۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صـ ۲۱،۲۰)

نماز تراویح

شب بیداری کی حالت میں جو عبادتیں انسان نے بجا لانی ہیں ان میں نماز تراویح بھی ہے۔ یہ نماز دراصل تہجد کی نماز ہے اس لئے سحری کے وقت اسے ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے لیکن اگر تہجد کے وقت اٹھنے میں حرج محسوس ہو تو پھر نماز عشاء کے بعد ہی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ اس نماز کی آٹھ رکعتیں ہیں۔ بعد میں تین رکعت وتر ادا کئے جاتے ہیں۔ چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہئے۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنے بیٹھنے کے ہیں۔ پھر رمضان کی راتوں میں چار رکعت نفل کے بعد آرام کے لئے جو وقفہ کیا جاتا تھا اس کے لئے یہ لفظ استعمال ہونے لگا اور ان نوافل کو تراویح کہا جانے لگا۔

نماز تراویح اس لئے شروع کی گئی تاکہ معذور اور کمزور لوگ جو صبح کے وقت تہجد پر اٹھ نہیں سکتے اور ان کو زیادہ قرآن بھی یاد نہیں کہ وہ نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کر سکیں۔ تو ایسے لوگوں کی سہولت کے لئے تراویح کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں رمضان میں رات کی عبادت کی سنت جاری فرمائی۔ باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

وہ کامل نور بصیرت جس سے قرآن کی ہر ہدایت کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام تر حضرت محمدؐ رسول اللہ کو نصیب ہوا تھا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۵ء مطابق ۱۵ فتح ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۝
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۝ (النساء: ۱۷۵، ۱۷۶)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان کے ترجمے اور ان کی تشریح سے پہلے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کا ساتواں جلسہ سالانہ اتوار ۱۷ دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے اور صدر صاحب نے سب دنیا کی جماعتوں کو السلام علیکم بھی پہنچایا ہے اور اس موقع پر ان کو دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کی ہے۔

ان آیات کا جو میں نے تلاوت کی ہیں، ترجمہ یہ ہے "یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم" اے لوگو تمہارے پاس یقیناً خدا کی طرف سے کھلی کھلی دلیل آچکی ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے کھلی کھلی دلیل آچکی ہے۔ "وانزلنا الیکم نوراً مبینا" اور ہم نے تمہاری طرف ایک کھلا کھلا نور اتارا ہے۔ "فاما الذین آمنوا باللہ واعتصموا بہ" پس وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائیں اور مضبوطی سے اسے پکڑیں۔ "فسیدخلھم فی رحمۃ منہ" پس ضرور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا "وفضل" اور فضل میں۔ "ویھدیھم الیہ صراطا مستقیما" اور انہیں اپنی طرف سے سیدھی راہ پر ڈال دے گا جو خدا ہی کی طرف جاتی ہے۔ تو صراطاً مستقیما سے پہلے کے بعض شرائط کا ذکر ہے کہ یہ شرطیں پوری ہوں، یہ ہو، یہ مقاصد حاصل ہوں۔ تو مقصد اول اور سب سے اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ تم اس رستے پر پڑ جاؤ جو سیدھا خدا کی طرف جاتا ہے۔

یہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ترجمہ پیش فرمایا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی اللہ کا نور قرار دیا ہے اور قرآن کریم کو بھی اللہ کا نور قرار دیا ہے۔ اور یہی انداز قرآن کریم کا دوسری بہت سی جگہوں پر ہے جسے اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ بارہا میں نے جہاں عام ترجموں سے اختلاف کیا ہے وہاں یہی وجہ ہے کیونکہ میرے نزدیک جب ضمیر کھلی چھوڑ دی گئی ہو اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دونوں کی طرف جا سکتی ہو، یعنی انگلی اٹھ رہی ہو ایک آیت کی اور جس طرف اٹھتی ہے وہاں قرآن بھی موجود دکھائی دیتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی دکھائی دیتے ہیں تو یہ کہنا کہ یہ قرآن کی طرف ہے محمدؐ رسول اللہ کی طرف نہیں ہے یا محمد رسول اللہ کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں ہے یہ درست نہیں ہے۔ لازماً دونوں ہی کی طرف وہ انگلی اٹھی ہے اور دونوں اس اشارے میں شامل ہیں۔ اور آیات کا مضمون جو بعد میں کھلتا ہے اس بات کا قطعی ثبوت مہیا کرتا ہے کہ قرآن کریم اور محمدؐ رسول اللہ میں بسا اوقات قرآن کریم کوئی بھی فرق نہیں کرتا اور ایک ہی اشارے میں دونوں کو شامل فرما لیتا ہے۔ پس یہ آیت انہی آیات میں سے ایک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کرامات الصادقین صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یوں ہے "پھر ہم بقیہ آیات کریمہ کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں" آپ یہ فرما رہے ہیں اس آیت کی طرف آتے ہوئے "کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور رسول ایک نور ہے" اب دیکھیں بظاہر اردو میں غلطی دکھائی دے رہی ہے قرآن اور رسول ایک نور ہیں چاہئے تھا مگر فرما رہے ہیں "یہ قرآن اور رسول ایک نور ہے" مراد یہ ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ ناممکن ہے کہ نور قرآن میں کوئی ایسا پہلو ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں جھلکتا ہوا نہ دکھائی دے۔ پس ایک ہی چیز کے مختلف پہلوؤں سے مختلف نام ہیں۔ اس نور کا ایک نام قرآن ہے اور ایک نام محمدؐ رسول اللہ ہے۔ پس آپ نے "ہے" کہہ کے دونوں کو ایک بنا دیا جیسا کہ قرآن کریم نے ایک اشارہ میں دونوں کو ایک ہی بنا کے دکھایا تھا۔ فرمایا نور ہے جو تمہاری طرف آیا۔

"یہ کتاب ہریک حقیقت کو بیان کرنے والی ہے۔ خدا اس کے ساتھ ان لوگوں کو سلامتی کی راہ دکھلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں اور وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ جو اس تک پہنچتی ہے ان کو دکھاتا ہے۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اے لوگو! قرآن ایک برہان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے اور ایک کھلا کھلا نور ہے جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔ آج تمہارے لئے دین کامل کیا گیا اور تم پر سب نعمتیں پوری کی گئیں"۔

یہاں بعد کی عبارت سے شبہ پڑتا ہے کہ واحد جو استعمال کیا گیا ہے اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بطور نور شامل نہیں کیا گیا اور واحد کا اشارہ صرف بعد میں آنے والے ذکر یعنی قرآن پر محدود ہے۔ بعد کی عبارت سے یہ بھی شبہ پڑتا ہے لیکن اس کے برعکس واضح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ جو آج میں نے شامل کرنے کے لئے ہدایت کی تھی اور مجھے یہاں دکھائی نہیں دیا جس میں اسی آیت یا اس سے ملتی جلتی آیت کے حوالے سے قرآن کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی۔ بہرحال قطعی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور قرآن کو بھی اترنے والا نور قرار دیا ہے اور دونوں کے ذکر کو اس طرح اکٹھا کر دیا ہے کہ بظاہر ایک ذکر ملتا ہے مگر قرآنی آیات اس مضمون کو کھول دیتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر انہی صفات کے ساتھ کیا گیا ہے جو قرآن کریم کے ذکر میں ملتی ہیں۔

قرآن کی عملی زندہ تفسیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ قرآنی آیات کو سمجھنے کے لئے اگر آپ غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کا کوئی نہ کوئی پہلو آپ کا مددگار ہو جائے گا

پس فرمایا "وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اے لوگو! قرآن ایک برہان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے۔ ایک کھلا کھلا نور ہے جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔ آج تمہارے لئے دین کامل کیا گیا اور سب نعمتیں پوری کی گئیں"۔ پھر فرمایا "خدا اس کے ساتھ ان لوگوں کو سلامتی کی راہ دکھلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ جو اس تک پہنچتی ہے ان کو دکھلاتا ہے"۔ اب یہی الفاظ بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق آتے ہیں کہ وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ پھر دیگر تمام صفات جو قرآن کریم کی یہاں بیان ہوئی ہیں جو میں نے دوبارہ پڑھ کر سنائی ہیں، یہ تمام صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بھی بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اس بات میں ایک ذرے کا بھی شک نہیں کہ قرآن جب بھی محمدؐ رسول اللہ اور کتاب اللہ کا ذکر کر کے دونوں کی طرف یا ایک ضمیر سے اشارہ کرتا ہے تو وہ ضمیر دونوں پر شامل ہوتی ہے۔

اس کی ایک اور دلیل ہمیں سورہ کہف کی پہلی آیت اور سورہ طٰہٰ کی ایک درمیانی آیت سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا" وہی اللہ ہے جس نے اپنے

بندے پر یہ کامل کتاب اتاری۔ اب دو ذکر اکٹھے ہو گئے ایک بندہ اور ایک کتاب۔ اور آخر پر فرمایا "ولم یجعل لہ عوجا"۔ "لهما" نہیں فرمایا بلکہ "لہ" فرمایا کہ ان میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ اس دھوکے میں پڑ کر کہ "هما" نہیں ہے بلکہ واحد کا لفظ ہے۔ بہت سے مفسرین اور مترجمین نے اس کا ترجمہ کرتے وقت ضمیر کو ایک کی طرف خاص کر دیا۔ چنانچہ اکثر ترجموں میں آپ کو یہ ضمیر قرآن کی طرف دکھائی دے گی۔ ترجمہ کرنے والے اس کا مطلب سمجھتے ہیں کہ جب خدا نے کہا "لم یجعل لہ عوجا" اس میں کوئی کجی نہیں رکھی تو یا محمدؐ رسول اللہ مراد ہیں یا قرآن مراد ہے۔ اور قرآن کے حق میں اکثر مفسرین نے ترجمہ کر دیا کہ کتاب کی صفات بیان ہو رہی ہیں کتاب ہی مراد ہے۔ لیکن بعض مفسرین نے اس مضمون کو بھانپ لیا اور یہ وضاحت کی کہ اس ضمیر میں محمدؐ رسول اللہ بھی شامل ہیں اور قرآن کریم بھی شامل ہے۔

سورہ طٰہٰ کی جن آیات کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے "یومئذ یتبعون الداعی لا عوج لہ" وہ جب بڑے بڑے انقلاب برپا ہونگے، جب پہاڑ پیس دئے جائیں گے اور دنیا کو برابر کر دیا جائے گا اس دن وہ بڑی بڑی طاقتوں والے لوگ، بڑے بڑے مغرور لوگ لازماً اس رسول کی پیروی کریں گے جس میں کوئی عوج نہیں ہے۔ "لم یجعل لہ عوجا" اور "لا عوج لہ" دیکھ لیں ایک ہی مضمون کے دو بیان ہیں، قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ پہلی آیت میں جو سورہ کہف سے لی گئی تھی اس میں یہ فرمایا تھا "انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا" ہم نے کتاب اتاری اور اس میں عوج کوئی نہیں رکھا، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ سورہ طٰہٰ میں جو اس کے بعد آ رہی ہے اس میں فرمایا یہ لوگ اس دن اس داعی کی پیروی کریں گے جس داعی میں کوئی عوج نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ "لا عوج" کا مضمون لازماً محمدؐ رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور ثابت ہو رہا ہے کہ آپؐ مراد ہیں۔ مگر کتاب کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اس لئے کتاب کا ترجمہ کرنا بھی درست ہے۔ بعض دفعہ کتاب کی طرف زیادہ راجع دکھائی دیتا ہے اور دوسری طرف اشارۃً استنباط کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف واضح طور پر انگلی اٹھتی ہے اور قرآن اس اشارے میں شامل ہوتا ہے۔

محمدؐ رسول اللہ کے نور سے فیض پانا یا آپؐ کی سرشت کو، آپؐ کی فطرت کو، آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کو، آپ کی سیرت کو سمجھنا لازماً ایک پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے

پس کوئی تفریق نہیں ہے نور قرآن میں اور نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں۔ قرآن کی عملی زندہ تفسیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ قرآنی آیات کو سمجھنے کے لئے اگر آپ غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کا کوئی نہ کوئی پہلو آپ کا مددگار ہو جائے گا۔ اور جہاں آپ کی تفسیر نور محمدؐ رسول اللہ سے ہٹتی ہوئی دکھائی دے گی وہیں وہ ظلمت میں داخل ہو جائے گی۔ اس کا نور محمدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میری ہرگز مراد یہ نہیں کہ خالصتاً حدیثوں سے اور حدیثوں کے حوالے سے تفسیر کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود ایک ایسا دمکتا ہوا بلاشبہ نور ہے جس کا تصور بالکل واضح اور قطعی ہے۔ مثلاً کوئی ایسی حدیث ہو جس سے استنباط کرتے ہوئے نعوذباللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف ایسی حرکت منسوب ہو جو محمدؐ رسول اللہ کی شان کے منافی ہے، جو قرآن کے اس نور کے منافی ہے جسے سب سے زیادہ شان دار نور کے طور پر قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا ہے ہر ایسے موقع پر وہ حدیث، حدیث نہیں رہے گی۔ حدیث ہے تو غیروں کی حدیث ہے، محمدؐ رسول اللہ کی حدیث نہیں رہے گی۔

پس اس بارے میں کوئی بھی شک کی گنجائش نہیں جیسا کہ قرآن کے بارے میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شخصیت ایک ایسے نور کے طور پر ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں "لاریب فیہ"۔ اب "لاریب فیہ" کو میں معناً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف بھی لگا رہا ہوں اور قرآن کی طرف بھی۔ یہ نہیں کہ اس آیت میں معین طور پر ذکر ہے۔ اور عملاً آپ دیکھیں کہ دونوں نوروں سے ہدایت پانے کے لئے شرط ایک ہی ہے اور وہ ہے متقی ہونا۔ "لاریب فیہ ھدی للمتقین" (البقرہ)، محمدؐ رسول اللہ کے نور سے فیض پانا یا آپ کی سرشت کو، آپ کی فطرت کو، آپ کے اعلیٰ اخلاق کو، آپ کی سیرت کو سمجھنا لازماً ایک پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے۔ جہاں جہاں اس پاکیزگی میں فرق آئے گا وہاں ایک ہی مضمون آپ کو مختلف سمتوں میں اشارہ کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ دیکھنے والے کی آنکھ جب نور کو دیکھتی ہے تو طرح طرح سے دیکھتی ہے۔ بعض لوگوں کو سبز اور سرخ بھی کالا اور سفید ہی دکھائی دیتا ہے۔ بعض لوگوں کو گلابی دکھائی دیتا ہے۔ بعضوں کو مدھم مدھم، دھندلا سا جیسے ایک دودھیا سفیدی سامنے آئی ہو ویسا دکھائی دیتا ہے۔ بعضوں کو اس میں کئی قسم کے سیاہی کے داغ دکھائی دیتے ہیں، بھنّے سے ناچتے نظر آتے ہیں۔ تو یہ سارے بدنی یا جسمانی تقویٰ کی کمی سے ہیں۔ تقویٰ اس اندورنی نور کو کہتے ہیں جو وہی بات دیکھتا ہے جو حقیقت میں باہر ہے۔ اس اندرونی نور میں جہاں کمی آئے گی جیسا انسان کی دیکھنے کی طاقت میں خرابی پیدا ہو جائے تو وہاں لازماً ریب دکھائی دیں گے۔ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ یہ رنگ تھا یا وہ رنگ تھا، اس شکل کا آدمی دیکھا کہ اس شکل کا آدمی دیکھا۔ پس قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک ہی نور کی دو صورتیں ہیں۔ اور جتنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات اور صفات پر غور کریں جو مطالب کھلتے ہیں وہ سب قرآن کے مطالب ہیں۔ ایک بھی غیر قرآنی مطلب اس سے دکھائی نہیں دیتا، تمام تر قرآنی مطالب ہیں۔

پس اس پہلو سے جب ہم نور کی گفتگو کرتے ہیں یا کریں گے تو یاد رکھیں کہ ذکر قرآن کا چل رہا ہو تو محمدؐ رسول اللہ بھی اس ذکر میں شامل ہیں۔ ذکر رسول کا چل رہا ہو تو قرآن اس میں شامل دکھائی دے گا۔ پس برہان جو اتاری گئی رب کی طرف سے اور نور مبین اتارا گیا وہ ایک زندہ برہان حضرت محمدؐ رسول اللہ بھی تھے اور قرآن بھی تھا۔ ایک نور محمدؐ رسول اللہ بھی تھے اور قرآن بھی تھا۔ یہاں اگر قرآن نور ہے تو اس آیت کو کہاں لے جائیں گے جہاں "مثل نورہ" میں واضح طور پر محمدؐ رسول اللہ کا ذکر ملتا ہے اور ایک زندہ ظاہری وجود کا ذکر ملتا ہے۔ پس ایک ہی جگہ دو معنے مانیں یا مختلف جگہوں میں وہی معنے الگ الگ دیکھیں، انگلی ایک ہی طرف اشارہ کرتی ہے یا دونوں انگلیاں ایک ہی طرف اشارہ کریں گی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور قرآن کریم۔

قرآن کریم کو حبل اللہ کے طور پر مضبوطی سے پکڑنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی مضبوطی سے حبل اللہ کے طور پر پکڑ لینا ضروری قرار دیا گیا۔ ایک پہلو سے حبل اللہ قرآن ہے دوسرے پہلو سے حبل اللہ حضرت محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہو سکتی۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے میں نے قرآن پر تو مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیا ہے مگر محمدؐ رسول اللہ پر مضبوطی سے ہاتھ نہیں ڈالا ہوا۔ کہیں کہیں کچھ کمزوری رہ گئی ہے کہیں کوئی رخنہ رہ گیا ہے یہ ناممکن ہے۔ اگر قرآن پر ہاتھ ہے تو سیرت محمدیؐ پر بھی پورا ہاتھ ہونا چاہئے اور کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن پر ہاتھ ڈالنا تو ہر کس و ناکس کا کام بھی نہیں ہے۔ اس کے لئے جو گہری فہم کی ضرورت ہے اس کے لئے بھی تو ایک نور چاہئے۔ اور بغیر اس نور کے آپ اس نور کو دیکھ نہیں سکتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا اور اس نور کو دیکھنے کے لئے کمی تقویٰ کی کمی سے ہوتی ہے۔

اب ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھیں تو پھر اس حدیث کی سمجھ آتی ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تقویٰ کا ذکر فرماتے ہوئے بڑے جلال کے ساتھ بار بار اپنی چھاتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ وہ کامل نور بصیرت جس سے قرآن کی ہر ہدایت کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام تر حضرت محمدؐ رسول اللہ کو نصیب ہوا تھا۔ پس اگر کسی کی نظر کمزور ہو تو دیکھنے والے کا سہارا لیا کرتا ہے۔ خالی لاٹھی سے تو زندگی کے گزارے نہیں چلتے۔ لاٹھی سے ٹٹولتا ہوا اندھا جاتا ہے پھر بھی ٹھوکریں ہی کھاتا ہے۔ مگر لاٹھی سے تو بہتر وہ کتے ہیں جن کو کچھ دکھائی دیتا ہے اور جو اپنے مالک کو ہمیشہ خطروں سے بچا کر چلتے ہیں۔ اور وہ جس کو کامل نور بصیرت عطا ہوا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے تو اپنی آنکھوں کی سب خرابیوں سے بچ کر، ان کے شرور سے جو اپنے نفس کے شرور ہیں ان سے پہلو تہی کرتے ہوئے، ان سے بچ کر قدم قدم صحیح ہدایت کی طرف چلنے کی توفیق مل سکتی ہے۔ اور ان معنوں میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وسیلہ ہیں۔ انہی معنوں میں قرآن وسیلہ ہے اور انہی معنوں میں ان آیات میں آخر صراط مستقیم پر پہنچنے کا ذکر ملتا ہے۔ اب دوبارہ آپ ان کو سنیں تو پھر آپ پر یہ بات کھل جائے گی۔

قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک ہی نور کی دو صورتیں ہیں اور جتنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات اور صفات پر غور کریں جو مطالب کھلتے ہیں وہ سب قرآن کے مطالب ہیں

"یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا" اے لوگو تمہارے پاس ایک کھلی کھلی روشن دلیل آ چکی ہے۔ اور روشن دلیل ایسی جو صدیقوں کو دکھائی دیتی ہے اور جانتے ہیں کہ اس سے بڑی دلیل کوئی نہیں۔ اس دلیل کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اگر خواہی دلیلی عاشقش باش ☆☆☆ محمدؐ ہست برہان محمدؐ

اگر دلیل ڈھونڈ رہے ہو تو عاشق ہو جاؤ کہ برہان جس کا ذکر ملتا ہے وہ خود محمدؐ رسول اللہ ہی ہیں۔ محمدؐ سے بڑھ کر محمدؐ کی اور کوئی برہان نہیں ہے۔ پس وہاں یہ نہیں کہا کہ محمدؐ کو دیکھنا ہے تو پہلے قرآن سمجھو۔

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464 | 0181-553 3611

قرآن سمجھنے کی سب میں کہاں سے توفیق ہے۔ وہ نور ہی نہیں ہے جس کے ذریعے نور قرآن دکھائی دے یا کامل طور پر دکھائی دے سکے۔ مگر محمد ؐ رسول اللہ ایسے مبین نور ہیں جو دور دور تک دکھائی دیتے ہیں مگر اس کے لئے بھی کچھ اندرونی صداقت کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ نور، قرآن کے نور کے مقابل پر زیادہ عیاں ہے کیونکہ انسانی شکل میں ہے۔ زیادہ قریب الفہم ہے کیونکہ انسانی فطرت اس کو دکھانے میں، اس کو سمجھانے میں انسان کی مددگار ہو جاتی ہے لیکن تقویٰ کی وہاں بھی شرط ہے۔ لیکن وہ تقویٰ نہیں جو علم عطا کرتا ہے۔ وہ تقویٰ اور ہے۔ اور ایک تقویٰ یہ ہے کہ جہاں سچ دیکھا وہاں اسے پہچان لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جو باتیں بھی بیان فرمائی ہیں ان میں ایک ذرہ بھی قرآن اور حدیث کے منافی کوئی بات نہیں

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دلیل سمجھنے کی سب سے زیادہ عظیم الشان مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا ہے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دعویٰ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں موجود نہیں تھے بلکہ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو آپ کی لونڈی نے اس خیال سے کہ بہت گہرا دوست تھا اگر اس کو پتہ چل گیا کہ محمد ؐ رسول اللہ، یعنی رسول اللہ تو اس نے نہیں کہا وہ تو مشرکہ تھی کہ آنحضرت ؐ کی طرف ذہن لے جاتے ہوئے اس نے سوچا کہ یہ شخص محمد ایسا ایسا ہو گیا ہے ایسی ایسی باتیں کرتا ہے تو کہیں بہت گہرا صدمہ نہ پہنچ جائے تو اس نے آہستہ آہستہ جس طرح کوئی بہت ہی بری خبر کسی کا دل ٹھہرانے کی خاطر آہستہ بیان کی جاتی ہے کہنا شروع کیا اوہ بے چارہ محمد، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ باتیں نہیں کرتی تھی اور اشارے کر رہی تھی، کھل کر بات نہیں بتاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کو سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی کیا واقعہ ہو گیا، کیا ہوا؟، کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ۔ تب اس کو بتانا پڑا اس نے تو دعویٰ کر دیا ہے کہ مجھ پر خدا اترتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں اس زمانے کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ ہر چیز وہیں چھوڑ دی، سیدھا حضور اکرم ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہا اے محمد ؐ تیری طرف یہ باتیں منسوب کی جارہی ہیں، بتا کیا تو نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی وہی فکر لاحق ہوئی کہ میرا عزیز دوست ہے اگر اچانک میں نے اس کو بتا دیا تو کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے۔ تو آپ ؐ نے فرمایا سنو ابوبکر یہ یہ بات ہے، یہ دلیل، اس قسم کی باتیں شروع کیں تو حضرت ابوبکر نے کہا میں نے تو یہ نہیں پوچھا دلیل کیا ہے۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ ؐ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب یہ سنا تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے دعویٰ کیا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ نے دعویٰ کیا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔ آج ہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ کی گواہی ہے وہی میری گواہی ہے۔ الفاظ یہ نہ ہوں، مختلف ہوں مگر مضمون بعینہ یہی تھا۔ یہ صدیقیت ہے کہ محمد ؐ رسول اللہ کے چہرے کو ایک دلیل کے طور پر پہلے ہی سے دیکھ رہے تھے اور جانتے تھے کہ اس کی سچائی کی اس سے بڑھ کر دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔

مگر اس کے لئے جس نور کی ضرورت ہے ضروری نہیں کہ وہ نور قرآن کے مطالعہ میں بھی وہی کرشمے دکھائے۔ اور محمد ؐ رسول اللہ کی سچائی کو پہچاننے کے باوجود قرآن کو تفصیل سے سمجھنے کے لئے جس نور کی ضرورت ہے وہ سب سے زیادہ اور سب سے اکمل طور پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عطا ہوا اور پھر ان کو عطا ہوتا ہے جن کو خدا جس حد تک نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور خود ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ نور بصیرت کا عطا ہونا کافی نہیں ہے خود اس کی حفاظت بھی ضروری ہے اور اسے صحیح راستے پر گامزن رکھنے کے لئے جو حفاظتی تدابیر روحانی دنیا میں مقرر ہیں ان کو عملاً مامور کر دینا اس بات پر کہ یہ بندہ جس کو ہم قرآن کا کچھ نور دکھانا چاہتے ہیں یہ غلط نہ دیکھے، تم اس کی حفاظت کرو۔ یہ اس لئے واضح اور قطعی حقیقت ہے کہ جہاں قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے وہاں یہ وعدہ شامل ہے، اس کے بغیر یہ وعدہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے میں جب نور فرقان کو ظاہر کرنے کے لئے پیدا فرمایا گیا تو وہی نور بصیرت جو محمد ؐ رسول اللہ کی ذات کو پہچاننے اور اس پر گواہ بننے کے لئے درجہ کمال کو پہنچ چکا تھا، وہی نور بصیرت قرآن کو سمجھنے میں بھی درجہ کمال کو پہنچ چکا تھا، وہی نور بصیرت قرآن کو سمجھنے میں بھی درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس پہلو سے اندرونی نور کے مختلف مظاہر میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ ایک نور وہ ہے جو صداقت کو پہچانتا ہے اور چہروں کو دیکھتا ہے اور پھر گواہی دیتا ہے اس کے بعد کسی اور گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایک نور اس درجہ تک صیقل ہو جاتا ہے کہ نور محمد ؐ رسول اللہ کے اندر ایسا مستغرق ہو جاتا ہے، ایسا گہرائی تک اتر جاتا ہے کہ جب قرآن کو پڑھتا ہے تو قرآن کے مخفی راز بھی اس پر روشن ہونے لگتے ہیں مگر وحی الٰہی کے نور اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور میں ایک فرق یہ ہے، اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ وحی الٰہی کا نور دائمی طور پر اپنے معانی پر غور کرنے کی دعوت دیتا چلا جاتا ہے اور ہر موقع اور حال کے مطابق وہ معانی اس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور میں وہ معانی اس طرح سمجھ نہیں آتے سوائے اس کے کہ قرآن کے حوالے سے آپ پیش گوئیاں کرتے ہیں تو پھر معانی دکھائی دینے لگتے ہیں تو ایک دوسرے کے آئینہ بن جاتے ہیں۔ پیش گوئیاں فی ذاتہ محمد ؐ رسول اللہ کی ذات میں نہیں ہیں۔ فی ذاتہ قرآن کریم میں ہیں۔ آئندہ کی خبریں اور حالات کا چارہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور بصیرت نے ان کو دیکھا، سمجھا اور اس کے علاوہ مزید وحی آپ پر نازل ہوئی اور وحی کی مدد کے بغیر آپ کو بھی کلیتاً وہ باتیں اس طرح دکھائی نہیں دیں جس طرح آپ نے دیکھیں اور پھر ہمیں دکھائیں۔

تو جہاں ہم کہتے ہیں کہ کتاب اور رسول ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یہ ایک طرز کلام ہے۔ اس کو لفظاً لفظاً اسی طرح چسپاں کر دینا کہ بالکل ایک ہی چیز ہیں، یہ بالکل نامعقول بات ہے۔ جو تمثیلات کے اعلیٰ پہلو ہیں، جو عقلاً ایک دوسرے پر چسپاں کئے جا سکتے ہیں اسی حد تک تمثیل صادق آتی ہے ورنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تو اس کتابت قرآن کی طرح لکھا تو نہیں جا سکتا اور قرآن کریم کی بہت سی باتیں ہیں۔ قرآن کریم جستہ جستہ وحی کی صورت میں نازل ہوا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کے متعلق یہ بھی آتا ہے کہ سب سے اول بنایا گیا اور پھر جب آپ پیدا ہوئے تو تمام نورانی صفات آپ کے اندر داخل تھیں۔ مگر جب تک قرآن نہیں اترا "نور علیٰ نور" ان پہلوؤں سے نہیں بنے۔ ہر وحی نے آپ ؐ کے ایک نور پر جلوہ گری کی ہے پھر وہاں امتزاج کامل ہوا ہے۔ پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ نور جو قرآن میں ہے وہی نور، محمد ؐ رسول اللہ ہیں اور اس کو تیئیس (۲۳) سال لگے ہیں مکمل ہونے میں۔

مگر یہ سلسلہ نور کی جلاء کا، جیسا کہ میں نے پچھلے خطبے میں بیان کیا تھا، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے اور اسی نور کی پیروی سے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ایک خوب صورت پیکر کی صورت میں ابھری ہے۔ اور جہاں فرق ہیں وہاں فرق ہیں، جہاں مماثلتیں ہیں وہاں مماثلتیں ہیں۔ مگر اولیت بہرحال اولیت ہے۔ اور جو کچھ بھی مسیح موعود علیہ السلام نے نور پایا قرآن اور محمد ؐ رسول اللہ سے پایا اور محمد ؐ رسول اللہ سے تعلق کے بغیر آپ کو قرآن کا کوئی نور بھی نہیں مل سکتا تھا۔ ایک ذرہ بھی ہدایت کا آپ نہیں پا سکتے تھے اگر اس دائرے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے استغناء ہوتا، ضرورت کا احساس نہ ہوتا اور عملاً استفادہ نہ کیا جاتا۔ پس یہ تمام شرطیں اس تعلق میں سمجھنی ضروری ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن اور رسول اللہ سے کیا تعلق تھا۔ پس آپ نے جو نور دیکھا، جو ہمیں دکھایا وہ آپ کی کتابوں میں اس طرح دمک رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی زندگی کی اتنی مصروفیات کے باوجود، اتنے عظیم معارف کیسے بیان کئے، کیسے کھولے۔ کیسے وقت پایا اور پھر ان کو اس طرح اجتماعی شکل میں تھوڑے وقت میں بڑے مضمون کو کوزے میں دریاؤں کی طرح بند کر دیا۔ اور اس پر اب غور کی ضرورت ہے۔ اس پر ہمیشہ گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے، دیکھتے ہوئے، بیچ میں اترتے ہوئے اس طرح آپ سفر کریں تو تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں ورنہ کئی دفعہ دھوکے بھی لگ جاتے ہیں۔ ایک ہی تحریر سے بعض دفعہ بعض احمدی یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس ظاہری رویت کا ذکر ہے جس میں آپ نے خدا کو دیکھا حالانکہ ظاہری رویت خدا کی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ ناممکن ہے ہو ہی نہیں سکتی۔ اور کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ظاہری رویت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مگر یہ الگ مضمون ہے میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں سے اس قسم کے اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔ پھر پڑھیں، پھر پڑھیں تو سمجھ آجاتی ہے کہ اصل مقصد کیا تھا۔ مثلاً ایسا ہی ایک اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاو خر موسی صعقا۔ موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہو کر گرنا ایک واقعہ روحانی تھا جس کا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی۔ بلکہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور میں آئی تھیں وہ اس کا موجب اور باعث تھیں"۔

اب اس مضمون کو اچھا اردو دان بھی فوراً نہیں سمجھ سکتا کیونکہ زبان ہے تو اردو مگر چوٹی کی اردو ہے جس میں عربی کے تمام الفاظ شامل کئے گئے ہیں جو اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مجبوری ہے۔ کیونکہ تھوڑی جگہ جب زیادہ مضامین باندھنے ہوں تو اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ کچھ مشکل رستوں سے گزرا جائے۔ احتیاطاً تاکید بھی فرما دی کہ دیکھو تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ایک ہی دفعہ کتابیں پڑھ کر تم فارغ ہو جاؤ گے، تمہیں بار بار پڑھنا پڑیں گی۔ اور اگر یہ سمجھو کہ ایک ہی دفعہ کی پڑھائی سے تم سب کچھ پا لو گے تو یہ تکبر ہے۔ چنانچہ بعض لوگ بڑے سخت گھبراہٹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نے تو ابھی تک ایک دفعہ بھی نہیں پڑھیں اگر آج مر گئے تو کیا ہم متکبر مریں گے۔ ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ تم بات نہیں سمجھ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مطلب ہے کہ بعض علماء مثلاً یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ایک دفعہ پڑھنے کی بھی ضرورت

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED 90" COTTON & CRIMPLENE, QUILT & BED SETTEE COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS ETC., ETC.

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA
TEL: 01274-391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
Tel: 01532 481888 Fax: 01274 4720214

نہیں، بعض سمجھتے ہیں ایک دفعہ پڑھ لیا کافی ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرمارہے ہیں، متنبہ کر رہے ہیں کہ میں نے جو علوم کے خزانے لٹائے ہیں اس میں بارہا اتنا گہرا مضمون اتنی تھوڑی جگہ میں بیان فرمایا ہے کہ عام عقل والا آدمی توالگ علماء بھی جب تک اس کو بڑی توجہ سے، انکسار کے ساتھ بار بار نہ پڑھیں وہ مطلب نہیں پاسکیں گے۔

یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نور یافتہ ہیں۔ عام دنیا کے حالات میں شعراء بھی ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو پتہ ہو کہ ہم ذرا مشکل ہیں ؎

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے ☆☆ مدعا عنقا ہے اپنے عالم تحریر کا

(یا عالم تقریر کا) ۔ غالب کہتا ہے کہ ہوش، توجہ کے ساتھ تم سننا اور سمجھنا۔ سننے کا جال "شنیدن" سننا، اس کے جتنے چاہے جال بچھادے "مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر (یا عالم تحریر) کا کہ ہمارے لکھنے یا ہمارے کلام کا جو مدعا ہے وہ تو عنقا ہے پھر بھی نہیں پکڑا جائے گا۔ مراد یہ ہے، اب یہ مبالغے کی حد ہے، دیکھیں انبیاء تو ایسے مبالغے نہیں کیا کرتے مگر وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ ہم نے بالارادہ زیادہ مضامین باندھے ہیں اور بمشکل انہیں بیان کر سکے ہیں یہ بھی ایک احساس رکھتے ہیں کہ ہر کس و ناکس اس مضمون کو پا نہیں سکے گا۔ مگر مضمون کا مشکل ہونا اس کی قدر نہیں گھٹاتا بلکہ اس کی قدر بڑھا دیتا ہے، یہ کہنا چاہتا ہے غالب۔ عنقا ایک ایسے فرضی پرندے کا نام ہے جیسے ہما ہے (اب مجھے صحیح تلفظ یاد نہیں عنقا ہے کہ عنقا۔ میں تو عنقا ہی پڑھا کرتا ہوں) وہ کہتا ہے کہ وہ پرندہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر کسی پر اس کا سایہ پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جاتا ہے وہ پرندہ کسی دام میں ہاتھ نہیں آیا کرتا۔ پس میرے مضمون کو اگر تم پا گئے تو بادشاہ ہو جاؤ گے، دولت مند ہو جاؤ گے مگر تمہاری توجہ جتنا چاہے سننے کے جال بچھالے تم اس کو پکڑ نہیں سکو گے۔ مگر اگر پکڑ لیا تو پھر بہت بڑا مطلب پاؤ گے۔ یہ بات اسی طرح حقیقت سے خالی ہے جیسے عنقا کا وجود خالی ہے، کچھ بھی نہیں۔ مگر میں آپ کو انسانی فطرت کے طریقے بتارہا ہوں کہ وہ اس طرح بھی باتیں کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو مشکل پسندی کرتے ہیں یا مشکل باتیں لکھنے پر مجبور ہوتے ہیں توجہ ضرور دلا دیا کرتے ہیں کہ بڑی قیمتی باتیں ہیں۔

وحی الٰہی کا نور دائمی طور پر اپنے معانی پر غور کرنے کی دعوت دیتا چلا جاتا ہے اور ہر موقع اور حال کے مطابق وہ معانی اس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور میں وہ معانی اس طرح سمجھ نہیں آتے سوائے اس کے کہ قرآن کے حوالے سے آپ پیش گوئیاں کرتے ہیں تو پھر وہ معانی دکھائی دینے لگتے ہیں تو ایک دوسرے کے آئینہ بن جاتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اللہ سے نور یافتہ تھے اس لئے نور کا کام ہے کہ ہر رستے کے اونچ نیچ سے آگاہ کرے، متنبہ کرے، ہر ٹھوکر سے پہلے ہی سے خبر دار کر دے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تین دفعہ فرمایا ہے اور بعید نہیں کہ وہ کئی لوگ ہوں جن کو تین دفعہ پڑھ کے بھی سمجھ نہ آئے۔ مگر یہ تو دعا کرنی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالب کو سمجھنے کا نور ہمیں اللہ ضرور عطا کرے کیونکہ وہ مطالب ہیں جو قرآن کے مطالب ہیں۔ وہ مطالب ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مطالب ہیں۔

پس آپ جو یہ فرمارہے ہیں کہ جسمانی ظلمت نہ تھی "یہ واقعہ روحانی تھا جس کا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی" مراد یہ ہے کہ موسیٰ کے وجود میں کوئی جسمانی ظلمت ایسی نہیں تھی جس کے نتیجے میں تجلی کو دیکھنے سے آپ محروم ہو گئے اور بے ہوش ہو کے جا پڑے۔ یہ ایک روحانی واقعہ ہے یعنی وہ صفات الٰہیہ کی روحانی جلوہ گری جو انسان کے لئے یعنی انسان کامل کے لئے مقدر تھی حضرت موسیٰؑ اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، یہ مراد ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں "تجلیات صفات الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور میں آئی تھیں" ۔ اشراق نور، نور جب چمک اٹھتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے اس کو کہتے ہیں اشراق۔ اور بغایت جو حد تک، اس حد تک جو انتہائی حد ہے اس حد تک جو نور اچانک پھوٹ پڑے اور تمام ماحول کو، تمام سمتوں کو منور کر دے، تمام اطراف کو منور کر دے۔ ایسا نور جو غیر معمولی قوت سے پھوٹا ہو وہ تجلی ان لوگوں کو دکھائی نہیں دے سکتی جن کی آنکھیں اس انتہائی نور کی انتہائی جلوہ گری کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں جو محمدؐ رسول اللہ کے لئے مقدر تھا۔ یہ مراد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرمارہے ہیں۔ کیونکہ ہر سمت میں نور پھیلا تو تھا مگر ہر سمت میں وہ آنکھ نہیں تھی جو اس نور کی متحمل ہو سکتی۔

پھر فرماتے ہیں "ظہور میں آئی تھیں، وہ اس کا موجب اور باعث تھیں" یعنی جلوہ خود پردہ بن گیا تھا۔ وہ جلوے کی انتہا خود نظر کے لئے پردہ ثابت ہوئی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اگر اچانک روشنی اپنا تموج دکھائے غیر معمولی جولانی دکھائے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور نظر اندھی ہو جایا کرتی ہے۔ تو اندرونی کسی بنیادی روحانی نقص کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا تھا یا بدنی کمزوری کی وجہ سے ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ایک روحانی کیفیت تھی جو ان کی روحانی استطاعت سے بڑھ کر تھی۔ یہ بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون میں واضح فرمارہے ہیں، مگر کس لطیف انداز میں۔ کہتے ہیں، "اس کا موجب اور باعث تھیں جن کی اشراق تام کی وجہ سے ایک عاجز بندہ عمران کا بیٹا بیہوش ہو کر گر پڑا" ۔ عاجز بندہ عمران کا بیٹا اس کی کہاں طاقت تھی، اس میں کہاں تاب تھی کہ وہ جلوہ دیکھ سکے جو اشراق تام کا جلوہ ہے۔

پھر فرماتے ہیں "اور اگر عنایت الٰہیہ اس کا تدارک نہ کرتیں تو اسی حالت میں گداز ہو کر نابود ہو جاتا" اسی حالت میں پگھل کر وہ ہست سے نیست میں چلا جاتا۔ جو تھا وہ نہ رہتا، کچھ بھی نہ ہوتا اس کا۔ نابود کا لفظی ترجمہ ہے جو نہیں تھا۔ جو تھا وہ ایسا ہو گیا کہ گویا نہیں تھا۔ یہ کیفیت ہو جاتی۔ اب دیکھیں یہ جو کیفیت ہے یہ پردہ نور کی تجلیات سے تعلق میں ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات کا نور ہے جو نور کے پردے میں مخفی ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اس نور کو جو پردہ نور کے پیچھے چھپا ہوا ہے اس ذات الٰہیہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے گویا اپنی بدنی آنکھوں سے دیکھا تھا، کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ وہ نور کی تجلی ہے جس نور کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ یہ سب پردے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی کی تشریح میں حضرت سلیمان اور ملکہ سبا والے واقعہ کو بیان کر کے خود فرماتے ہیں کہ جو اصل نور الٰہی ہے اس کو تو کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں۔ عام دنیا کی چیزوں میں جب خدا کو جلوہ گر دیکھتے ہیں تو جو دکھائی دے رہا ہوتا ہے ہم اسی کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ نور بہرحال پیچھے ہے جس کی حرکت سے دنیا کا ہر جلوہ دکھائی دیتا ہے اور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

بہرحال اس مضمون میں آگے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "مگر یہ مرتبہ ترقیات کاملہ کا انتہائی درجہ نہیں ہے" یہ جو مرتبہ عطا ہوا ہے موسیٰؑ کو اور اس سے ملتے جلتے مراتب یہ ترقیات کاملہ کا انتہائی درجہ نہیں ہے "انتہائی درجہ وہ ہے جس کی نسبت لکھا ہے "ما زاغ البصر وما طغیٰ" جس کے متعلق لکھا ہے کہ نظر نے دھوکہ نہیں کھایا۔ "وما طغیٰ" اور کجی نہیں دکھائی اس چیز میں جو اس کو دکھائی دی۔ اتنا حصہ پڑھنے کے بعد یہ اثر پڑتا ہے کہ پہلے جو تجلیات نور کا ذکر تھا اس سے ہٹا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف لے جارہے ہیں کہ باقی انبیاء نے تو خدا تعالیٰ کے اس نور کو دیکھا جو مخلوق کے لئے مقدر تھا یا مخلوق کے اعلیٰ مظاہر کے لئے یعنی انبیاء کے لئے اس کی رویت مقدر تھی، ان کی طاقت میں تھی۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سے بڑھ کر ظاہری آنکھوں سے بھی گویا خدا کو دیکھ لیا، یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ آگے بھی کچھ لکھ رہے ہیں۔ فرمایا:

"انسان زمانہ سیر سلوک میں اپنے واقعات کشفیہ میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے
اور انواع و اقسام کی واردات اس پر وارد ہوتی ہیں مگر اعلیٰ مقام اس کی عبودیت ہے جس کا
لازمہ صحو اور ہوشیاری ہے اور سکر اور شطح سے بکلی بیداری ہے" ۔

(مکتوبات احمد بنام میر عباس علی شاہ لدھیانوی)

یہ جو مضمون ہے اس کا اب خلاصہ میں یہاں اس وقت بیان کر سکتا ہوں۔ آپ کی مراد یہ ہے کہ انسان جب خدا کو دیکھتا ہے تو وہ حالت کشفیہ ہوتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن حالت کشفیہ میں دو قسم کے تجارب دیکھنے میں آئے ہیں۔ عباس علی شاہ جو بعد میں مرتد ہو گیا تھا شروع میں اس کا جو معاملات میں چھان بین کرنا، تجسس کرنا، معاملات کی تہہ تک اترنا ایسا رنگ اختیار کئے ہوئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے نیک توقعات بھی وابستہ ہوئیں مگر اس کی بدنصیبی کہ وہ پھر زمین کی طرف جھک گیا اور ان صفات سے فائدہ نہ اٹھا سکا جو اس کے رفع کا موجب بن سکتی تھیں۔ اس لئے عباس علی شاہ کا ذکر کرتے ہوئے مجھے آپ کو بتانا چاہئے کہ یہ اس کا پس منظر ہے۔ اس نے ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ لوگ جو صوفیاء ہیں اور اپنی ذات میں غرق ہو کر خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرنے کی طرف توجہ کرتے ہیں ان پر ایک ربودگی سی طاری ہو جاتی ہے اور نیند کی سی حالت اور کیفیت ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر تم نیند کی کیفیت محسوس کرو تو نماز کے قریب تک نہ جاؤ تو ان دو باتوں میں کیا تضاد ہے۔ یہ مضمون ہے جس کو کھولتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TEL: 01276-20916 FAX: 01276-678 740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو نور کی جلوہ گری سے ربودگی پیدا ہوتی ہے وہ عبودیت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے سوا جو غنودگی ہے وہ دنیا داری ہے اور مردنی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ دیکھنا ہو گا کہ نیند کا سانئشہ یا غنودگی جس کو کہتے ہیں وہ کس باعث سے ہوئی ہے۔ کیا وہ خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کے نتیجے میں ہوئی ہے یا دنیا داری کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ اگر وہ دنیا داری کے نتیجہ میں ہے تو وہ محض موت ہے اور اس حالت میں تم نماز کے قریب تک نہ جاؤ۔ اور اگر وہ اس وجہ سے ہوئی ہے کہ تم خدا کی محبت میں ڈوب کر اس کے سرور میں غائب ہو گئے ہو تو وہ ربودگی اور قسم کی چیز ہے۔ اس حالت میں تو انسان کی بینائی اور روشن ہو جاتی ہے اور اسی حالت میں اللہ کا جلوہ انسان دیکھ سکتا ہے اور دیدار الٰہی کی وہ توفیق پاتا ہے جو عام انسان کو میسر نہیں آ سکتی۔ اور اس کا تعلق عبودیت سے ہے، تکبر سے نہیں ہے۔

پس اہل تکبر بھی ایک غفلت کی حالت میں رہتے ہیں اور اہل انکسار بھی ایک قسم کی غفلت کی حالت میں ڈوب جاتے ہیں مگر وہ غفلت ان کو دنیا سے غافل کرتی ہے اور اللہ کے احساس کو روشن تر کرتی چلی جاتی ہے۔ اس حالت میں نماز سے منع نہیں فرمایا گیا وہ تو نماز کا مقصد ہے۔ تو یہ خلاصہ کلام ہے ہوشیاری بھی ہے اور چالاکی بھی دو قسم کی چیزیں ہیں۔ اور ہوشیاری بھی اور بے ہوشی بھی، بیدار مغزی بھی ہے اور بے ہوشی بھی ہے۔ ان دونوں کا ایسا لطیف اور باریک فرق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خط میں کر کے دکھایا ہے کہ بالآخر یہ نتیجہ نکالا کہ اس قسم کی حالت جو عبودیت سے پیدا ہوتی ہے یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عطا ہوا اور عبودیت کاملہ کے نتیجے میں آپ نے وہ دیکھا جو اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا مگر انسان کے دائرے میں رہتے ہوئے۔ اور انسان محض کشفی حالتوں میں دیکھ سکتا ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا کرتا۔

آپ کے الفاظ ہیں "انسان زمانہ سیر سلوک میں اپنے واقعات کشفیہ میں بہت سے عجائبات دیکھتا ہے" یہ کشفیہ حالت اس نیند سے بالکل مختلف ہے جو نفسانی وجوہات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور وہ نیند وہ ہے جس کے متعلق فرمایا کہ اس حالت میں تم نماز کے قریب تک نہ جاؤ۔ اب جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رویت کا تعلق ہے وہ لازماً وہی رویت ہے جو خدا تعالیٰ کے پردہ نور کی انتہا درجے تک فراست اور اس کی کنہہ کو اس حد تک پاتا ہے جس حد تک انسان کامل کے لئے مقدر تھا۔ اس سے آگے بڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جو کچھ بھی مسیح موعود علیہ السلام نے نور پایا قرآن اور محمدؐ رسول اللہ سے پایا اور محمدؐ رسول اللہ سے تعلق کے بغیر آپ کو قرآن کا کوئی نور بھی نہیں مل سکتا تھا

چنانچہ حضرت عکرمہؓ کی ایک حدیث ترمذی کتاب التفسیر میں اس طرح بیان ہوئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ کہتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو میں نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا "لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" کہ اللہ کو آنکھیں نہیں پہنچ سکتیں، نظر نہیں پہنچ سکتی۔ ہاں اللہ نظروں تک پہنچتا ہے تو پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا تیرا بھلا ہو یہ وہ رویت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائی جو اس کا نور ہے۔ وہ رویت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائی جو اس کا نور ہے۔

اور وہ نور کیا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کا حجاب ہے اور اس حجاب سے بڑھ کر کچھ دکھائی نہیں دے سکتا۔ اگر دکھائی دے تو ساری کائنات کالعدم ہو جائے، اچانک ہست سے نیست میں منتقل ہو جائے۔ ہر مخلوق آپ نے فرمایا ہے۔ پس ان دو احادیث میں تضاد پیدا کرنے کی جو بھی کوشش کرے گا وہ دونوں نوروں سے محروم رہ جائے گا۔ اس حدیث کے نور سے بھی محروم رہ جائے گا، اس حدیث کے نور سے بھی محروم رہ جائے گا۔ پس وہ رویت جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دکھائی گئی حضرت ابن عباس کہتے ہیں وہ تو اس نور کے جلوے سے دکھائی گئی جس نور کے جلوے سے خدا دکھائی دے سکتا ہے۔ اور اب اس پر وہ آیت پڑھیں "نور علیٰ نور" کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور پر عرش سے خدا کا نور اترا ہے وہ نور جو اترا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کے ساتھ بغایت درجہ یکجا ہو گیا، یک جان ہو گیا۔ ایک ہی چیز تھی جس کے آپس میں ملنے سے تجلی نے غیر معمولی اس طرح جلوہ گری کی ہے جیسے بڑی قوت کے ساتھ کوئی چشمہ پھوٹ پڑتا ہے اور غیر معمولی رفعتیں اس میں پیدا ہوئیں۔ اور یہ نور مخلوق ہے۔ اور اللہ کی ذات کا نور مخلوق نہیں ہے۔ اس فرق کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں تاکہ آپ کبھی بھی شرک میں مبتلا نہ ہو سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جو باتیں بھی بیان فرمائی ہیں ان میں ایک ذرہ بھی قرآن اور حدیث کے منافی کوئی بات نہیں۔ اور قرآن اور حدیث نے یہ بات کھول دی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے نور کو مخلوق قرار دے رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ہر مخلوق چیز کو اپنے اپنے مرتبے اور مقام کے مطابق نور کہہ رہا ہے۔ فرماتا ہے ہر چیز جو خلق ہے اس میں میرا کچھ نہ کچھ جلوہ ضرور موجود ہے۔ اور وہ جلوہ جو ہے وہ دراصل میرے نور کا جو اندرونی نور ہے، جو باطن میں میں ہوں اس پر پردہ ہے کیوں کہ اس پردے کے بغیر تم مجھے دیکھ سکتے ہی نہیں۔

جس طرح خدا کے نور نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور پر جلوہ گری کی تھی اور "نور علیٰ نور" بن گیا تھا آج ہمارے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نور وہی کام دکھائے گا۔ جس حد تک آپ اپنے کسی گوشے کو روشن کریں گے یا چمکائیں گے اسی حد تک وہاں نور محمد مصطفیٰؐ آپ پر نازل ہو کر آپ کے اندر ایک "نور علیٰ نور" کا منظر پیدا کر دے گا

پس یہ وہ خلاصہ کلام ہے ان عبارتوں کے مجموعی طور پر دیکھنے سے جس کے تعلق میں انشاء اللہ میں آئندہ خطبے میں بعض دوسری باتیں بیان کروں گا اور اس پہلو پر بھی کچھ اور روشنی ڈالوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مختلف عبارتوں میں اپنے مضمون کو خوب کھولا ہے وہ عبارتیں آپ کو دکھاؤں گا تاکہ کسی احمدی کے دل میں اس پہلو سے کوئی اشتباہ کا سوال باقی نہ رہے۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ جب یہ باتیں آپ پر روشن ہو جائیں گی تو پھر آپ کے اندر وہ نور چمکنے لگے گا اور بیدار ہونے لگے گا جو آپ کو عطا ہوا ہے۔ ہر انسان کو عطا ہوا ہے، ہر انسان کی فطرت میں وہ نور رکھا گیا ہے، کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ یہ نور جب چمکے گا تو پھر آسمان سے شعلہ نور آپ پر بھی اترے گا اور لازم ہے کہ اترے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلاموں پر آپ کے ماحول میں، آپ کے اردگرد وہی شعلہ نور اترتا رہا اور ان کے گھر بھی مشعلیں روشن ہو گئیں، وہ چراغ جلنے لگے جو محمدؐ رسول اللہ کے نور سے روشن ہوئے تھے۔ پس اس نور کو اس دنیا میں زندہ کرنا اپنی ذات میں، اپنی ذات کو چراغوں میں تبدیل کر دینا، اس دنیا کے اندھیرے دور کرنے کے لئے لازم ہے۔ ہرگز یہ کوئی ایسا مضمون نہیں جو علمی، ذوقی دلچسپیوں کی خاطر بیان کیا جا رہا ہو۔ ہم میں سے ہر ایک کی ذات سے اس کا گہرا ذاتی تعلق ہے۔ ہماری زندگی اور موت سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ اس مضمون کو سمجھیں اور نور بنیں گے تو آپ بھی زندہ ہونگے اور زندہ رہیں گے اور ساری کائنات کو زندہ کرنے کی صلاحیت آپ میں پیدا ہو جائے گی۔ اگر اس کے بغیر غفلت کی حالت میں زندگی بسر کریں گے تو غفلت کا نام تو اندھیرے ہیں۔ پھر ان اندھیروں سے جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نکالنے کے لئے تشریف لائے ان اندھیروں سے آپ تو پھر کبھی نہیں نکل سکیں گے۔

اس لئے بہت ہی بیدار مغزی کی ضرورت ہے۔ جاگیں، ہوش کریں، اٹھیں اور اپنی ذات میں ان نوروں کو تلاش کریں جو خدا نے آپ کی ذات میں رکھ دیئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے آپ کی پیروی میں ان کو جلاء بخشیں۔ پس میں تو اس مضمون کو یوں سمجھتا ہوں اور آخر پر یہی آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح خدا کے نور نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور پر جلوہ گری کی تھی اور نور علیٰ نور بن گیا تھا آج ہمارے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نور وہی کام دکھائے گا۔ جس حد تک آپ اپنے کسی گوشے کو روشن کریں گے یا چمکائیں گے اسی حد تک وہاں نور محمد مصطفیٰؐ آپ پر نازل ہو کر آپ کے اندر ایک "نور علیٰ نور" کا منظر پیدا کر دے گا۔

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

بقیہ:۔ مسائل رمضان

حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک رمضان المبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:۔

"ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نوافل پڑھے تو کچھ لوگ بھی آپ کی اقتداء میں اس نماز میں شامل ہو گئے اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگلی صبح لوگوں نے ایک دوسرے کو رات کا واقعہ بتایا۔ چنانچہ دوسری رات حاضری بڑھ گئی اور پہلے دن سے زیادہ لوگ آنحضورؐ کے ساتھ نوافل میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن پھر لوگوں نے مسجد میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تیسری رات حاضری اور زیادہ ہو گئی اور چوتھی رات تو حاضری کا یہ حال تھا کہ مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو گئی لیکن آنحضورؐ نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ بعض لوگ بلند آواز سے نماز، نماز کہہ کر آنحضورؐ کو بلانے کی کوشش کرتے رہے لیکن آپؐ تشریف نہ لائے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے لئے جب حضور تشریف لائے تو نماز کے بعد فرمایا۔ رات کو با جماعت نوافل کی ادائیگی کے لئے تمہارے آنے اور انتظار کرنے کا مجھے علم ہو گیا تھا لیکن میں اس اندیشہ سے رک گیا کہ مبادا رات کی نماز کو فرض قرار دے دیا جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ۔ باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح)

یعنی رسول اللہؐ کی معیت میں التزام کے ساتھ رات کے نوافل ادا کرنے سے اگر امت اسے مسلمانوں پر واجب سمجھ کر اس پر عمل شروع کر دیتی تو عام لوگوں کے لئے اس کی ادائیگی مشکل ہو جاتی۔ اس لئے شفقت علی الامت کے خیال سے آنحضورؐ اس سے رک گئے۔ تاہم اس سے رمضان میں رات کے قیام کی سنت بہرحال قائم ہو گئی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وسننت لکم قیامہ

کہ رمضان کی راتوں میں عبادت کی سنت میں نے تمہارے لئے قائم کر دی ہے۔

نماز تراویح کا آغاز کب اور کس طرح ہوا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سنت کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ کے پس منظر میں تراویح کا موجودہ طریق حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں باقاعدہ طور پر شروع ہوا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن شہاب زہری تابعی بیان کرتے ہیں:۔

"رمضان میں قیام الیل عام طور پر انفرادی عبادت کے طور پر ادا کی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں یہی طریق رہا۔

اس کے بعد کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں نکلے۔ مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا۔ لوگ مسجد میں مختلف گروہوں اور ٹولیوں کی صورت میں نوافل پڑھ رہے تھے۔ کہیں اکیلا آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا تو کہیں کچھ لوگ با جماعت نوافل ادا کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر ان لوگوں کو ایک قاری (حافظ) کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اور پھر آپؓ نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو جو قرآن کریم کے بڑے اچھے حافظ اور قاری تھے نماز تراویح کے لئے امام مقرر فرمایا۔

اس واقعہ کے راوی حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ پھر اس واقعہ کے بعد ایک اور رات کا ذکر ہے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ میں نکلا تو لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ نئی تجویز کتنی اچھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا وہ عبادت جس سے تم رات کے آخری حصہ میں سوئے ہوتے ہو وہ اس سے افضل ہے جو تم اب ادا کر رہے ہو۔ آپ کی مراد آخری رات میں نماز تہجد ادا کرنے سے تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نوافل پڑھتے اور تراویح میں قرآن سنتے تھے۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ راشد نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے ایک نسبتاً سہولت کا انتظام ان کے لئے کر دیا کہ جن لوگوں کو صبح تہجد میں باقاعدگی سے بیدار ہونا مشکل ہے اور قرآن کریم بھی زیادہ یاد نہیں کہ وہ اس میں تلاوت کر سکیں۔ ان کے لئے یہ نہایت عمدہ انتظام کر دیا کہ قرآن کریم ایک قاری سے سن سکیں۔ اور ظاہر ہے قرآن کریم کا سننا بھی اتنا ہی باعث ثواب ہے جتنا اس کا پڑھنا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعبؓ سے کہہ کر قرآن سنا کرتے تھے اور خود ان کو بھی سناتے تھے۔ اور جبرئیلؑ کے ساتھ بھی آپ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ یعنی قرآن کریم سنتے بھی تھے اور سناتے بھی تھے۔ اس لحاظ سے نماز تراویح میں یہ حسن ہے کہ قرآن کا دور اس میں مکمل ہو جاتا ہے اور قرآن سنا جاتا ہے۔ تاہم اپنے وقت کے لحاظ سے افضل نماز تہجد ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی مزدور زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اول شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخری شب کے پڑھا دی جائے تو کیا یہ جائز ہو گا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

"کچھ حرج نہیں۔ پڑھ لیں" (بدر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہو تو بہرحال تہجد افضل ہے اسے اختیار کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی کو تہجد کے ساتھ تراویح میں بھی قرآن شریف سننے کی توفیق ملتی ہو تو اس کی سعادت ہے کہ وہ دوہرا ثواب حاصل کرتا ہے۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوائیے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینیجر)

بقیہ:۔ مختصرات

جمعۃ المبارک ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء

آج حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ اردو زبان میں سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔

★ حدیث میں آتا ہے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" سوال یہ ہے کہ نفس سے کیا مراد ہے اور اسے پہچاننے کے کیا طریق ہیں؟

★ غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم مختلف اصطلاحات مثلاً HIS HIGHNESS اور HIS HOLINESS وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور یہ عیسائی اصطلاحات ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

★ سیرالیون میں دوران تبلیغ یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ وہاں امام مہدی کی اصطلاح کی بجائے فتح مسیح کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ اصطلاح عام کتب میں استعمال نہیں ہوئی۔ اس پر حضور روشنی ڈالیں؟

★ سرمہ چشم آریہ میں عالم رؤیا کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیا عالم رؤیا سے وہ خوابیں مراد ہیں جو ہم عام دیکھتے ہیں؟

★ قرآن مجید میں بار بار گذشتہ بداعمال اقوام کا ذکر آیا ہے کہ کس طرح انہیں بار بار ڈھیل دیتا رہا ہے۔ اور پھر ان پر عذاب نازل کیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی احمدیت کے دشمنوں کو ڈھیل دی جارہی ہے۔ کیا اس ڈھیل کی کوئی مدت معین ہوتی ہے؟

★ سیکولرازم (SECULARISM) کے معانی کیا ہیں اور اس کو سیاسی زبان میں کیسے استعمال کیا جاتا ہے؟

★ نماز تہجد کی باجماعت ادائیگی کے موقعہ پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات امام رکوع کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں قرآن مجید اور بعض دیگر دعائیں اونچی آواز سے پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ اور کیا نماز فجر میں بھی اس طرح پر دعا کرنا درست ہے؟

★ برکت کے بارہ میں سوال ہے کہ کچھ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استعمال شدہ کپڑے پہن کر یا بزرگوں کے جائے نماز پر نماز پڑھ کر خاص خاص دعائیں کرتے ہیں اور انکا بچا ہوا پانی پی کر برکت حاصل کرتے ہیں وغیرہ۔ اس کا پس منظر کیا ہے؟

★ سیرالیون میں اکثر نماز فجر کے وقت یہ دیکھا گیا ہے کہ وہاں ایک ہی مسجد میں کثرت سے اذانیں دینے کا رواج ہے۔ اس بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں؟

★ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی بعض منافق لوگ جو یہودی قوم سے تھے اسلام میں صرف اس لئے داخل ہوئے تھے کہ وہ اسلام کو نقصان پہنچائیں تو اس وقت وہ شرپسند دشمن اپنی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ اس دور میں بھی چند عناصر ہیں جو احمدیت قبول کرکے جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کا سدباب کیسے کیا جاسکتا ہے؟

★ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اور اس کے بعد تمہیں مناسب حال صورتیں بخشی تھیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا انسان کسی وقت، کسی جانور کی شکل میں تھا اور وہاں سے تبدیل ہوکر آہستہ آہستہ انسان بنا؟

★ اگر کسی بیماری میں ہومیوپیتھی کے کسی نسخہ نے کام نہ کیا ہو اور نسخہ بدلنا ہو تو کیا دو دواؤں کے درمیان لازمی طور پر اینٹی ڈوٹ ANTIDOTE دے کر دوسرا نسخہ استعمال کرنا چاہیے؟

(حضور کے جواب کا خلاصہ یہ ہے "لازمی نہیں ہے، موقعہ اور محل کی بات ہے")

★ رمضان المبارک کے حوالہ سے سوال ہے کہ بعض جگہوں پر چاند نظر آجاتا ہے اور بعض جگہوں پر نہیں۔ تو اس سلسلہ میں کیا کوئی ایسا نظام ہوسکتا ہے کہ سارے عالم اسلام میں ایک ہی دن میں روزہ کا آغاز ہو جائے؟

★ بچے اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیسے وجود میں آیا۔ ان کو اس کا جواب کیسے سمجھایا جائے؟

★ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے باری باری ستارے، چاند اور سورج کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب ڈوب گئے تو فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں ضرور گمراہوں میں سے ہو جاتا۔ حضور اس پر روشنی ڈالیں؟

★ غیر احمدی چھوٹے بچوں کو روزہ رکھواتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ چھوٹے بچے روزے نہ رکھیں۔ اس کا ان کو کیا جواب دیا جائے؟

(ع۔م۔ر)

بقیہ:۔ ہومیوپیتھی کلاس

اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ عضو کٹنے سے پہلے کیا بیماری تھی تو اس کا علاج ہونا چاہئے کیونکہ اعصاب نے اور ذہنی ریشوں نے اس بیماری اور تکلیف کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھا ہوا ہے اور یہ دراصل یادداشت کا درد ہے۔ جب اس بیماری کا علاج کریں گے تو سارے اعصاب کو پیغام مل جائے گا۔ لیڈم درد کے اس احساس کی دوا اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ اصل بیماری لیڈم کے مشابہ ہو لیکن عضو کے کاٹنے کے بعد جو درد رہ جاتا ہے اس میں آرنیکا، لیڈم، ہائی پیریکم (Hypericum)، سمفائیٹم (Symphytum) وغیرہ مفید ہو سکتی ہیں۔

حضور نے فرمایا لیڈم میں جوڑوں کے درد کے مریض کو ٹھنڈک پہنچانے سے آرام آتا ہے اس کا مریض ٹھنڈا ہوتا ہے۔ بیرونی و اندرونی طور پر سردی محسوس کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ سورائینم (Psorinum) سے مشابہ ہے۔ ٹھنڈک کے احساس کے باوجود سردی سے آرام اور گرمی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ آرسنک کی جلن کو بھی گرمی سے آرام آتا ہے جبکہ آرسنک کا مریض ٹھنڈا ہوتا ہے اور اندرونی آگ کا بھی احساس ہوتا ہے۔ اگر بیرونی طور پر جلن کے مقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جائے تو مزید آگ بھڑکتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آرسنک کا اصل مزاج غالب ہے اور گرمی ہی موافق آئے گی۔ تضاد اس لئے نظر آتا ہے کہ ایک جگہ گرمی ہے اور ٹھنڈک نہیں ہے لیکن وہاں بھی گرمی ہی چاہتا ہے۔ لیکن لیڈم اس کے بالکل برعکس ہے۔ ٹھنڈا مریض جسم کے ٹھنڈا ہونے کے باوجود جوڑوں کی دردوں وغیرہ میں خصوصاً ٹخنے کی درد میں ٹھنڈ پہنچانے سے ہی آرام محسوس کرتا ہے۔ اس کی بیماریوں میں مریض کا چہرہ لیکسز کے مریض کی طرح سوجا ہوا اور متورم دکھائی دیتا ہے۔ دل کے مریض میں بھی یہ علامت ہے اس لئے دل کی تکلیفوں کے لئے میرے عمومی نسخہ میں آرنیکا کے علاوہ لیکسز (Lachesis) اور لیڈم شامل ہے۔ چہرے کی رنگت نیلاہٹ مائل ہوتی ہے۔ پاؤں اور پنڈلیوں میں بھی پھلپھلی سی ورم ہوتی ہے اور رنگت بھی نیلاہٹ مائل ہوتی ہے۔ ویسے عموماً لیڈم کا مریض مضبوط، تنے ہوئے جسم کا مالک ہوتا ہے۔

ٹخنے کے بعد گھٹنے کے جوڑ میں بیٹھنے والی تکلیفوں میں بھی لیڈم بہت مفید ہے۔

حضور نے فرمایا کہ کلائی کے درد کے لئے ہائی پیریکم (Hypericum) سمفائٹم (Symphytim) اور بعض صورتوں میں جبکہ درد مسلز میں بیٹھ گیا ہو سٹیفی سگریا (Staphysagria) مفید ہیں۔ یہ نسوں کے باریک کناروں پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ ۳۰ کی طاقت میں عام طور پر ٹھیک رہتی ہے۔ روٹا بھی مسلز میں بیٹھ جانے والی درد کے لئے مفید ہے۔

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۵۷)

فائٹولاکا اور لیڈم کے مختلف خواص کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۲ جنوری ۱۹۹۵ء کو
سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

لندن (۲ جنوری ۱۹۹۵ء) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام ملاقات میں ہومیو پیتھک کلاس میں فائیٹو لاکا اور لیڈم کے مختلف خواص اور استعمالات کا تذکرہ فرمایا۔

فائٹولا کا (Phytolacca)

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا فائٹولا کا کی ایک قسم ایسی ہے جو موٹاپے کے علاج میں شہرت رکھتی ہے۔ وہ فائٹولا کا بیری (Phytolacca Berry) ہے۔ یہ میں نے کئی مریضوں کو استعمال کروائی ہے اور اچھے نتائج ظاہر ہوئے ہیں اور یہ موٹاپا کم کرنے والی دوا فیوکس (Fucus) کے برعکس دل پر برا اثر نہیں کرتی ہے۔ فیوکس بہت احتیاط سے استعمال کرنی چاہئے۔

حضور نے فرمایا فائٹولا کا بیری کے علاوہ جو فائٹولا کا ہے اسے بہت کم استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا استعمال روز مرہ کی زندگی میں بہت زیادہ ہونا چاہئے۔ یہ بہت اہم دوا ہے اور بہت کام آنے والی ہے اور اس کی علامت ایک اور اہم دوا مرکری سے ملتی ہے۔ مرکری کی جو عمومی علامت ہے اس میں سردی اور نمی سے اور رات کو تکلیفیں بڑھتی ہیں۔ فائٹولا کا میں کمرددرد سردی اور نمی سے بڑھتا ہے لیکن جب مریض رات کو بستر میں گرم ہوتا ہے تو پھر شروع ہو جاتی ہے۔ غالباً اس میں رات کا پہلو ایسا ہے جو ہر مرض میں اضافہ کر دیتا ہے۔

حضور نے فرمایا مرکری اور فائٹولا کا دونوں کا غدودوں کی بیماریوں سے تعلق ہے۔ جن لوگوں میں مرکری کی Poisoning پائی جائے اس کا علاج فائٹولا کا سے ہوتا ہے۔ فائٹولا کا عورتوں کی بہت سی بیماریوں میں مفید دوا ہے۔ وہ جگہیں جہاں ہڈی کے ساتھ جلد ملی ہوتی ہے اور درمیان میں گوشت کی موٹی تہیں نہیں ہوتیں وہاں جلد کے زود حس ہو جانے کی صورت میں کئی قسم کی تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے جلد چھل جائے یا دکھن کا احساس ہو تو فائٹولا کا اچھی مفید دوا ہے۔

ہڈیوں کے درد میں مرکری بہت مشہور دوا ہے۔ ہڈیوں کے درد کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں یوپوٹوریم (Eupotorium) کی دردیں کہا جاتا ہے۔ (Eupotorium) ایک دوا ہے جو انفلوئنزا اور شدید درد والے بخار کے لئے مفید ہے۔ فائٹولا کا میں بھی یہ علامت ہے لیکن مرکری میں زیادہ نمایاں ہے۔ مرکری میں ہڈیاں گلانے کی طاقت پائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ بیماری جن میں ہڈیاں گلنے لگیں اور ہڈیوں کے ناسور ہوں تو مرکری ہومیو پیتھی طاقت میں دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ سفلس (Syphilis) کی چوٹی کی دوا ہے۔

میوکس ممبرین، جلد اور گلے کے السر میں بھی فائٹولا کا مفید ہے۔ اگر گلینڈز سخت ہو جائیں اور پیپ بننے کے امکانات ہوں تو فائٹولا کا اچھی دوا ہے لیکن اگر دیر میں دی جائے اور پیپ بننے لگے تو فائٹولا کا کے ساتھ ہیپر سلف اور سلیشیا دینی پڑتی ہے۔ اس کی بلغم بھی ہیپر سلف کی طرح گاڑھی اور چمٹ جانے والی ہوتی ہے۔

دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے فائٹولا کا غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ چھاتی کا کینسر گلینڈز کی سختی اور گٹھلیاں بننے سے شروع ہوتا ہے۔ تین دوائیں ایسی ہیں جو کینسر کی پہلی سٹیج پر کینسر کے احتمال کو ختم کر دیتی ہیں اور وہ گٹھلیاں ختم ہو جاتی ہیں جن کو اگر بغیر علاج کے چھوڑ دیا جائے تو وہ کینسر بن سکتی ہیں۔ وہ دوائیں یہ ہیں۔ فائٹولا کا، برائیونیا اور بیلاڈونا۔ فائٹولا کا میں بھی سینے کا سخت ہونا ایک نمایاں علامت ہے۔ اس کے علاوہ برائیونیا اور بیلاڈونا میں بھی یہ علامت ہے۔ بیلاڈونا (Belladonna) میں سختی کے ساتھ سرخی بھی پائی جاتی ہے۔ برائیونیا (Bryonia) میں بغیر سرخی کے وہ سختی پائی جاتی ہے جس میں ذرا سی حرکت سے بھی شدید تکلیف پہنچتی ہے۔

فائٹولا کا کی علامتوں میں دودھ کھٹا، زہریلا اور پھٹا ہوا ہوتا ہے اور نکلنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ فائٹولا کا کی خاص علامت ہے۔ برائیونیا اور فائٹولا کا میں پتھر کی مانند سخت گلٹی ہوتی ہے۔ وہ عورتیں جن میں دودھ کی کمی ہو ان کے لئے بھی فائٹولا کا مفید ہو سکتی ہے۔

اس میں چھاتی کی تکلیفوں کا جو رجحان ہے وہ ٹھنڈے اور نمدار موسم میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ فائٹولا کا کی علامتیں رکھنے والی عورتوں میں نزلہ اکثر چھاتی کے گلینڈز پر گرتا ہے، وہاں سختی پیدا ہو کر دردیں ہونے لگتی ہیں۔ ایسی حالت میں فائٹولا کا بہت زود اثر دوا ہے۔ فائٹولا کا ناک کے کینسر میں بہت مفید ہے۔ اسی طرح یہ رنگ ورم (Ring Worm) میں بھی اچھی دوا ہے۔ اگر سر پر خارش ہو تو اس میں بھی فائٹولا کا مفید ہے۔ بعض اوقات رنگ ورم (Ring Worm) کی وجہ سے بال گچھوں کی صورت میں اترنے لگتے ہیں۔ اس میں بھی فائٹولا کا کو استعمال کرنا چاہئے۔

حجام کی کھجلی، فنگس انفیکشن، جہاں جہاں بال کاٹے جاتے ہیں وہاں چھوٹے چھوٹے دانے سے ہو جاتے ہیں جو نہ بڑھتے ہیں نہ کم ہوتے ہیں۔ سر اور مونہہ پر ایسی خارش جو ختم ہی نہ ہو اس میں فائٹولا کا مفید ہے۔ بال توڑ جہاں بال ٹوٹے اور جلد کے اندر چلا جائے یا کھینچ کر توڑتے ہوئے جلد کے اندر سے ٹوٹے تو چھالے پیدا کرتا ہے۔ بہت تکلیف دیتا ہے۔ اس کا علاج سلیشیا، ہیپر سلف یا نیٹرم میور ہے۔

لیڈم (Ledum)

لیڈم سانپ کے زہر سے مشابہ ہے اور لیکسز کی طرح اس کی بیماریاں بھی بائیں طرف زیادہ ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ لیکسز کی تکلیفیں اوپر کے دھڑ میں زیادہ شدت سے اپنا اثر دکھاتی ہیں بنسبت ٹانگوں وغیرہ کے۔ لیکن سر، بازوؤں اور ٹانگوں وغیرہ سے ان کی حرکت دل ہی کی طرف ہوتی ہے۔

لیڈم کا چوٹوں وغیرہ سے بھی تعلق ہے اور اسے آرنیکا (Arnica) اور ہائی پیریکم (Hypericum) سے ملا کر دیا جاتا ہے۔ وہ چوٹیں جو گہرا اثر چھوڑ جائیں یا ایسے زخم جو نوکدار چیز مثلاً کیل یا کانٹا وغیرہ چبھنے سے لگیں اور لمبا اثر چھوڑ جائیں ان میں لیڈم مفید ہے۔ اس کے زخموں میں باوجود مندمل ہونے کے درد کی لہریں بجلی کے کوندوں کی طرح اٹھتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تشنج ہو جائے تو لیڈم اس کا بھی علاج ہے۔ گھوڑے کی لید ٹیٹنس (Tetanus) پیدا کرنے میں مشہور ہے لیکن اگر گھوڑا خود کسی کیل وغیرہ پر پاؤں رکھ دے اور گہرا زخم بن جائے جو ہڈی کے کنارے تک جا پہنچے تو اس کا (Tetanus) تشنج روکنے کے لئے لیڈم دوا ہے۔ لیڈم میں Tetanus روکنے کا رجحان پایا جاتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ وہ جراثیم کی وجہ سے ہے یا نہیں۔ ہڈیوں کے گرد اگر نوکدار چیز سے چوٹ لگے تو اس میں لیڈم بہت مفید ہے۔ اس لحاظ سے یہ ہائی پیریکم سے بھی مشابہ ہے۔ ہائی پیریکم ہڈی کے گرد پھیلی ہوئی نسوں کی تکلیف میں کام آتی ہے۔ جراحی کے وقت نشتر لگنے سے اعصاب کٹ جائیں اور بظاہر زخم مندمل بھی ہو جائے لیکن اعصاب میں درد باقی رہے اس میں بھی ہائی پیریکم مفید ہے جبکہ لیڈم اس تکلیف کے لئے زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ اگر ٹخنے میں موچ آ جائے تو آرنیکا اونچی طاقت میں دینا مفید ہوتا ہے۔ لیکن جن کو پرانی موچیں آئی ہوں اور بد اثرات باقی ہوں انہیں دور کرنے میں آرنیکا کام نہیں کرتی ان میں روٹا (Ruta) اور بیلس (Bellis) زیادہ اچھا اثر دکھاتی ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ ایک اور عجیب دوا ہے جس کی طرف بہت کم لوگوں کا دھیان جاتا ہے وہ ایکوزیٹم (Equisetum) ہے۔ اس کے متعلق عموماً یہ تصور ہے کہ رات کو بستر میں پیشاب کرنے والے بچے کے لئے مفید ہے حالانکہ ایکوزیٹم یہاں بہت کم اثر دکھاتی ہے۔ جب تک دیگر علامتیں نہ ملتی ہوں یہ رات کے پیشاب کرنے کی تکلیف میں کچھ بھی کام نہیں دیتی لیکن اگر ٹخنہ بار بار موچ آنے کی وجہ سے متورم ہو جائے اور مسلسل تکلیف رہے تو ایکوزیٹم بہت مفید ہے۔ لیڈم بھی ایسے ٹخنے کی تکلیف کے لئے مفید ہے لیکن اس کی سوزش کا عموماً جوڑوں کے درد سے تعلق ہے چوٹوں وغیرہ کی وجہ سے سوزش نہیں ہوتی۔ چوٹوں کے نتیجہ میں بد اثرات کے لئے روٹا (Ruta)، بیلس (Bellis) اور ایکوزیٹم (Equisetum) مفید ادویہ ہیں۔

حضور نے فرمایا بعض ادویہ کا ذکر کتب میں نہیں ملتا لیکن ان پر تجربہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفید ہیں۔ اسے (Clinical Evidence) یعنی تجربہ کے بعد مفید ثابت کرنا کہتے ہیں۔ اور ہومیو پیتھک کے فروغ میں Clinical Evidence نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک زمانے میں اس طریقہ آزمائش کے ذریعہ بہت سی دواؤں کا حال معلوم کیا جاتا تھا وہ بہت اچھا طریق تھا لیکن اس زمانے میں طریقہ آزمائش کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے والے لوگ بہت کم ملتے ہیں جو خالی الذہن ہو کر اور ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہو کر پروونگ کروائیں۔

حضور نے فرمایا کہ ٹخنے کی چوٹ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ پنڈلی کے تشنج میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ چلنے یا زیادہ حرکت سے تشنج شروع ہو جاتا ہے اور شدید بے چینی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یہ تشنج گھٹنوں میں یا کولہوں میں منتقل ہو جاتا ہے اور کسی اور علاج سے آرام نہیں آتا۔ اگر صحیح علاج کیا جائے تو تکلیف اوپر سے نیچے کی طرف منتقل ہوگی اور ٹخنے میں اپنی جگہ بنا لے گی۔ جہاں چوٹ لگی تھی وہاں اس کا علاج ہو جائے تو پھر تکلیف کہیں اور منتقل نہیں ہوگی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک ہی بیماری کی مختلف شکلیں ہیں کیونکہ انسانی زندگی اصل میں ایک ہی جزو ہے اور اس کے جو حصے اعضاء میں ملتے ہیں ان کا آخری شعور ایک ہے اور اس میں وحدت پائی جاتی ہے۔ زندگی میں جو وحدت ہے وہ خدا تعالیٰ کی وحدت کا پرتو ہے۔ اس لئے بیماریاں بھی ایک وجود کی بیماریوں کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ بے چینی کا اظہار مختلف جگہوں پر ہوگا اور بیماری کی اپنی عقل اور سوچ تو نہیں ہے لیکن چونکہ روح کی ایک سوچ ہے جس کے ساتھ بیماریوں کا مزاج مل کر ادلنے بدلنے کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں طرف بیماری کی حرکت کی کوئی تشریح ایلو پیتھک میں موجود نہیں ہے کہ کیوں ہوتی ہے سوائے اس کے کہ گلے کی تکلیف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر دائیں طرف گلا خراب ہو تو دائیں کروٹ سونے سے یہ امکان موجود ہے کہ مادہ رات کو آہستہ آہستہ دائیں گلینڈ میں منتقل ہو جائے۔ اسی طرح دائیں طرف سے جو بیماری شروع ہو وہ بائیں کروٹ سونے سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ صرف احتمال ہے لیکن جب ہم لیکسز کی بات کرتے ہیں تو اس میں کروٹ کی کوئی بحث نہیں ہے مریض لاکھ بائیں طرف سوئے بیماری ضرور ادھر منتقل ہوگی۔ تو لائیکوپوڈیم کی جب بات کرتے ہیں تو اکثر وہ مریض جو دائیں سونے کے عادی ہیں ان کی بیماری بھی بائیں طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ عمومی مزاج سمجھ کر دواؤں کو یاد رکھیں تو آپ کو بہت فائدہ پہنچے گا اور بہت زیادہ کتابوں پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

لیڈم میں ورم پائی جاتی ہے جس کی پہچان بہت آسان ہے۔ اگر وہ سردی سے آرام پائے اور گرمی سے بڑھے تو لیڈم علاج ہے۔ اس کی چوٹ ہمیشہ تازہ محسوس ہوتی ہے اور خون کا دوران تیز ہوتا ہے جسے ٹھنڈی ٹکور سے آرام آتا ہے۔ وہ درد جو جسم کے کسی ایسے عضو میں محسوس ہو جسے بیماری کی وجہ سے کاٹ دیا گیا ہو تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ وہاں کوئی چیز موجود نہیں ہوتی لیکن وہاں کی تکلیفیں بدستور محسوس ہوتی ہیں۔ ایسی درد میں آرنیکا اور لیڈم بہت کام آتی ہے۔

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

ناروے کے قدیم باشندے

(نبیلہ رفیق فوزی - ناروے)

ناروے کے قدیم لوگ جو وائی کنگ (Viking) کے نام سے جانے جاتے ہیں آج کے نارویجئن باشندوں سے ہر جہت سے مختلف عادات و خصائل کے حامل تھے۔ اونچے لمبے، مضبوط جسموں والے اور کرخت چہروں والے وائی کنگ، بہادری، جرات اور دلیری کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ برفانی پہاڑوں پر رہنے والی اور سمندروں سے رزق کمانے والی یہ قوم جسمانی مشقت میں اپنی مثال آپ تھی۔ بہترین جنگجو معاشرے میں بہتر مقام پا سکتا تھا۔ مختلف علاقوں کے لوگ مختلف قبائل میں بٹے ہوتے۔ ہر فرد کو اپنی برادری اور قبیلے کے رسم و رواج کی اتباع کرنا ضروری ہوتا۔

قدیم (Viking) مذاہب

شمال کے لوگ موسم کے فرق کی وجہ سے جنوب کے لوگوں سے اپنی عادات میں مختلف تھے۔ لیکن مذہب کے لحاظ سے ساری قوم میں ایک قسم کی ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ یعنی چند مخصوص خداؤں اور دیوتاؤں کی عبادت کی جاتی تھی۔ دسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس سرزمین پر عیسائیت کی ہوا چلنی شروع ہو چکی تھی۔ اس دور میں Asa Mythology ایک واضح شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ خداؤں کا تصور موجود تھا۔ Asa Mythology کے مطابق تین اہم دیوتا بیان کئے جاتے ہیں:۔

(۱) Odin دیوتا: یہ وائی کنگ مذہب کا سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا جس میں اخلاقیات، عزم و ہمت اور مقابلے کے اوصاف متمثل تھے۔

(۲) Thor دیوتا: یہ اچھی فصلیں دینے والا دیوتا تھا۔

(۳) Tyr دیوتا: یہ بہادری، جرات اور جنگجو صفات کا حامل دیوتا تھا۔

یہ وہ دیوتا تھے جن کی شبیہیں پتھر پر تراش کر یا لکڑی پر کاٹ کر بنائی جاتیں اور Tempels میں رکھ کر ان کی عبادت کی جاتی تھی۔ ان مظاہر کو hor یا horg کہتے تھے۔

ناروے میں عیسائیت کی آمد

انگریزی دستاویز کے مطابق ۹۵۸ء اور ۹۷۵ء کے عرصہ میں انگلستان کے عیسائی مشنریوں کے مختلف سمندری راستوں سے سفر کر کے ناروے کے مختلف ساحلی علاقوں میں آنے کے نشان ملتے ہیں۔ گاہے بگاہے آنے والے یہ سفری راہب اور پادری ناروے کی فضا میں آہستہ آہستہ عیسائیت کا رنگ ملاتے رہے۔ جیسے جیسے ان عیسائی راہبوں کو کامیابی حاصل ہوتی وہ عارضی گرجا گھر کھول کر کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کو برکت دینے اور بپتسمہ دینے کی پیشکش کرتے۔ مختلف علاقوں میں اکا دکا وائی کنگ عیسائیت میں داخل ہونے لگے اور یہ ان سفری مشنریوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

اسی زمانے میں ناروے سے مغرب کی طرف سفر کرنے والے تاجر اور بحری قزاق لوگوں کا رابطہ انگلستان، آئس لینڈ اور گرین لینڈ کے جزائر سے ہونے لگا۔ چونکہ اسی زمانے میں عیسائیت انگلستان میں مضبوطی سے اپنے قدم جما چکی تھی لہذا عیسائی پادریوں کو ان جزائر کے لوگوں، مسافروں اور تاجروں کے روپ میں بحری قزاقوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے مواقع میسر آنے لگے۔ ناروے سے آئے ہوئے تاجر جب عیسائیت قبول کر کے لوٹتے تو واپسی پر تجارت کے مال کے ساتھ ساتھ نئے مذہب کا تحفہ بھی اپنے اہل و عیال اور ہم وطنوں کے لئے لے جاتے۔ جو کوئی عیسائی مذہب تو قبول کر کے نہ لوٹتا مگر انگلش اور عیسائی تہذیب کے اثرات اور چھاپ ضرور ذہن پر لگا کر واپس آتا۔ سب سے زیادہ جس چیز کا اثر ان تاجروں نے قبول کیا وہ صلیب کا نشان تھا۔ صلیب کے نشان اور اس کی برکتوں سے متعلق سنی گئی کہانیاں اس بہادر قوم کی بہادرانہ صفت کو بہت متاثر کرتیں۔ صلیب کا نشان اور خاص طور پر لکڑی کی بنی ہوئی صلیب Viking قوم میں اس لئے جلد رواج پا گئی کیونکہ قدیم وائی کنگ روایات میں اس سے ملتے جلتے لکڑی کے بنے ہوئے مظاہر پائے جاتے تھے۔ صلیب نے جلد ہی ان کی جگہ لے لی۔ ۹۰۰ عیسوی تک صلیب کا نشان بیشتر وائی کنگ لوگوں کے لئے عزت و احترام کی علامت بن گیا۔ اس زمانے کی دستیاب ہونے والی بہت سی پتھر اور لکڑی کی صلیبوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب کو اگرچہ پوری طرح شعوری طور پر قبول نہ کیا گیا ہو مگر عیسائیت کے نشان صلیب کو بہت پہلے سے خوش آمدید کہہ دیا گیا۔ صلیب کو قبول کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ بنیادی طور پر یہ قوم لکڑی اور پتھر سے تراشے گئے دیوتاؤں کو پوجنے کی قائل تھی۔ اس لحاظ سے لکڑی کا بنا ہوا صلیب کا نشان ان کے لئے ایک دیوتا کی حیثیت رکھتا تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ شاعری کا اس زمانہ میں ان کے ہاں بڑا رعب اور اثر تھا جو کہ اب تک قائم ہے۔

۹۰۰ عیسوی کے اس دور کو تاریخ کا ایسا دور کہا جاتا ہے جبکہ عیسائیت آہستہ آہستہ غیر معمولی طور پر (Viking) قوم کے ذہنوں پر اپنا اثر جما رہی تھی۔

عیسائیت کا شاہی نزول

انگلستان کے سفری راہبوں اور تاجروں کے ساتھ ساتھ تیسرا ذریعہ جو عیسائیت کے پھیلانے میں ممد ہوا وہ ناروے کے علاقوں پر حکومت کرنے والے بادشاہوں کا تھا۔ سب سے پہلے جس بادشاہ نے ملکی سطح پر شاہی احکامات کے ذریعہ اس مذہب کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اس کا نام King Hakon تھا۔ اس کی حکومت کا عرصہ ۹۴۵ء تا ۹۶۰ء تھا۔ یہ بادشاہ انصاف پسندی اور رعایا پروری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ناروے کی تاریخ میں یہ بادشاہ Hakon the Good کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اتوار کی چھٹی اور کرسمس (جس کا قدیمی نام "جل" (Jul) آج تک چلا آتا ہے) منانے اور کرسمس کے موقعہ پر تعطیلات کو اسی نے رواج دیا۔ اس بادشاہ کا بچپن اور لڑکپن انگلستان میں گزرا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ وہاں سے عیسائیت قبول کر کے لوٹا۔ ناروے لوٹ کر آنے اور ناروے کا بادشاہ بن جانے کے بعد ملکی سطح پر اس نے عیسائی مذہب اور اس کی تعلیم کو عوام میں رائج کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ Viking قوم کی نہایت قلیل تعداد کے سوا اکثریت اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے لہذا اس نے اپنے اس ارادے کو ترک کر دیا۔

۹۶۰ء سے ۹۷۰ء تک Erick Blood-Axe نے حکومت کی جو کہ King Hakon کا بھتیجا تھا۔ Hakon مرنے سے قبل اپنی بادشاہت اپنے بھتیجے کے نام کر گیا تھا۔ اس بادشاہ کے دور میں عیسائیت اور وائی کنگ قوم کے قدیم آبائی مذہب کو برابر کی حیثیت حاصل رہی۔ عوام کو اس بات کی آزادی تھی کہ وہ جو چاہیں مذہب اختیار کریں البتہ بادشاہ خود عیسائی عقیدہ پر قائم رہا۔

۹۷۰ء تا ۹۹۵ء بادشاہ Hakon of Leda-jon حکمران رہا۔ یہ بادشاہ ڈینش بادشاہ کی مدد سے تخت پر بیٹھا تھا اور اسی کی زیر سرپرستی اپنی بادشاہت چلائے ہوئے تھا۔ اس نے بھی ناروے کے علاقے میں عیسائی مذہب کی ترویج کی کوششیں کیں لیکن ان کوششوں میں عوام پر کسی قسم کے دباؤ یا زبردستی کا عنصر موجود نہ تھا۔ اس زمانے میں بھی عیسائیت کے پھیلاؤ کے واضح آثار نظر نہیں آتے۔

Viking Hero
King Olav Trygvason

ایک خوبرو، خوبصورت، مضبوط ارادے کا نوجوان، سخت مزاج، حاکمیت پسند وائی کنگ شہزادہ King Harald کا پوتا اور شمال مغربی ناروے کے ایک مقامی بادشاہ کا بیٹا، جس کا بچپن اور لڑکپن خاصی آزمائش اور ابتلاء میں گزرا۔

اس شیر دل وائی کنگ ہیرو کے بچپن کی داستان کچھ یوں ہے کہ اس کا باپ ناروے کے شمال مغربی کنارے کا بادشاہ تھا۔ باپ کے ہوس پرست رشتہ داروں نے موقعہ دیکھ کر بادشاہ کو قتل کر ڈالا۔ قتل و غارت کے اس شور شرابے میں ملکہ کسی نہ کسی طرح اپنے چند وفاداروں کی مدد سے اپنے کم سن بچے کو بچا کر بحری بیڑے میں بیٹھنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس بحری بیڑے کی منزل روس کی ایک ریاست Gardarike تھی جہاں ملکہ کا چچا رہتا تھا۔ مگر شومئی قسمت، جہاز ابھی کچھ دور ہی گیا تھا کہ بحری قزاقوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ماں اور بیٹا دونوں غلام بنا لئے گئے۔ ملکہ اور شہزادے نے غلامی کا یہ وقت نہایت تکالیف اور صعوبتوں میں کاٹا۔ آخر ملکہ کے چچا نے تاوان دے کر کسی طرح انہیں آزاد کرایا۔ روس آ کر کمسن شہزادے کی تربیت شہزادوں کی طرح ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ شاہی خون نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ اپنے رشتہ داروں، شہزادوں اور نوابوں کے بچوں کے ساتھ پل کر وہ ایک سخت گیر، حاکم مزاج شہزادہ بن کر ابھرا۔ ناروے کی تہذیب سے دور ہوتے ہوئے بھی وائی کنگ روایات اور وائی کنگ خون کی گرمی اس میں پوری طرح موجزن تھی۔

آخر کار وہ وقت بھی آ گیا کہ جب اس نے دوسرے ساتھی شہزادوں کی روایات پر عمل کرتے ہوئے ان کی حمایت سے مختصر فوج کے ساتھ قریبی جزیروں پر حملے شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے اس نے بالٹک علاقوں میں غارت گری کی۔ پھر ہالینڈ کو جا اجاڑا۔ اس کے بعد انگلستان اور دوسرے برطانوی جزائر پر حملہ کر کے انہیں خوب لوٹا۔ برطانوی جزیروں میں اس نے کئی سال تک لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ وہاں اسے سخت ردعمل کا سامنا ہوا۔ ان مہمات میں ڈنمارک کا بادشاہ بھی اس کی مدد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے خوب دولت اکٹھی کر لی۔ آخر کار Vinchester کے بشپ سے بپتسمہ لے کر اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اب وہ ناروے کے ارادے سے نکلا۔ ادھر ادھر سے اکٹھی کی ہوئی فوج اور لوٹی ہوئی دولت کے ساتھ وہ عیسائی مذہب سے بھی بہرہ ور تھا۔

ناروے میں داخل ہونے کے لئے اس نے کھاڑی (Trondheim Fjord) کا رستہ اختیار کیا۔ Trondheim ناروے کے شمالی سمندر کے کنارے ایک وسیع قدیم شہر ہے۔ اس شہر کے باشندوں نے اس نئے بادشاہ کو قبول کرنے میں اس لئے دیر نہ لگائی کہ وہ ان کا اپنا جلاوطن شہزادہ تھا اور وائی کنگ اوصاف کا حامل تھا۔ آہستہ آہستہ ملک کے دوسرے علاقوں نے بھی اسے اپنے بادشاہ کے طور پر قبول کر لیا۔ بادشاہ بنتے ہی اس نے ملک میں قومی اتحاد اور قومی کابینہ قائم کی۔ حکومتی انتظامات مکمل کرنے کے بعد اس کا اگلا قدم ملک میں عیسائیت کا پھیلاؤ تھا۔

عیسائیت بزور شمشیر

انگلستان سے عیسائیت کا تحفہ لانے والے جلاوطن شہزادے کا بادشاہ بننے کے بعد سب سے اہم مشن قومی سطح پر ملک میں عیسائیت کو رائج کرنا تھا۔ Trondheim کے عوام جو پہلے ہی عیسائیت سے کافی متاثر تھے بادشاہ کے ارادہ اور سرگرمی کو دیکھتے ہوئے بغیر کسی ردعمل کے رضاکارانہ طور پر عیسائیت میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ لوگوں نے دل سے عیسائیت کو قبول نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ جس ارادے سے ملک میں داخل ہوا ہے۔ اس کی بادشاہت کے اندر ہمارا انکار قابل قبول نہیں ہو گا لہذا ایسے لوگ بظاہر زیر زمین چلے گئے۔

نئے بادشاہ نے قدیم وائی کنگ مذہب کا بالکل خاتمہ کر دیا، Tempel گرا کر گرجا گھروں کی تعمیر شروع کر دی۔ Trondheim کے مقابلے میں ملک کے دیگر علاقوں میں صورت حال مختلف تھی۔ بادشاہ نے اپنے حاکمانہ اصول دوسروں پر لاگو کرنے کی کوشش کی مگر اسے وہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ Trondheim کے لوگ زمیندار تھے اور وہاں ان کی مجالس قائم تھیں۔ انہوں نے اپنی انجمنوں میں اس نئے مذہب کی خوب مخالفت کی۔ اس سے قبل King Hakon نے اسی شہر میں منہ کی کھائی تھی۔ مگر اس نے اپنی فطرت کی نیکی اور حلیمی کی وجہ سے انہیں زیادہ مجبور نہیں کیا تھا لیکن اب King Olav کے زمانے میں صورت حال مختلف تھی۔ جابر بادشاہ مکمل طور پر عیسائیت کو پھیلانے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔

انگلستان سے واپسی پر بشپ Sigurd Jon اور بہت سارے پادری ساتھ لانے کی یہی وجہ تھی کہ عیسائیت کے مشن کو جلد از جلد مکمل کیا جائے گا۔ چونکہ ان عیسائی مشنریوں کو بادشاہ کی مکمل مدد اور حمایت حاصل تھی اس لئے انہوں نے عیسائیت کو

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

جلسہ اعظم مذاہب اور آریہ دھرم

(عبدالباسط شاہد۔ مبلغ سلسلہ)

۱۸۹۶ء کا سال ہندوستان (برصغیر پاک وہند) کی مذہبی تاریخ میں کئی وجوہ سے بہت نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس سال کے آخر میں دسمبر کے آخری ہفتہ میں لاہور شہر میں ایک بین المذاہب کمیٹی کے زیر اہتمام ایک معرکۃ الآراء جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں دس سے زیادہ مذاہب و مکاتب خیال کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذہب کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے مذہب کی دوسرے مذاہب پر برتری کا ثبوت دینا تھا۔ منتظمین کی طرف سے اس جلسہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے متعدد اعلیٰ انتظامی امور کے علاوہ مذہب سے تعلق رکھنے والے بنیادی نوعیت کے سوالات بھی مشتہر کئے گئے تا ہر نمائندہ ان سوالات کو مدنظر رکھ کر اپنے مذہب کی تعلیم کو پیش کر سکے اور دوسرے مذاہب سے اچھی طرح موازنہ بھی ہو جائے۔

مقررہ سوالات مندرجہ ذیل تھے۔

☆ انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں

☆ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

☆ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔

☆ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

☆ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں۔

آریہ سماج کی نمائندگی جناب بابو بیچارام صاحب چیٹرجی، سابق پریذیڈنٹ آریہ سماج سکھر نے کی۔

ان کی تقریر کا جو خلاصہ اور لب لباب جلسہ اعظم مذاہب کی رپورٹ میں شائع ہوا ہے اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے اس مشہور وکیل نے مقررہ پانچ سوالوں پر تو سرے سے کوئی روشنی نہیں ڈالی بلکہ اپنی طرف سے چند موٹی موٹی باتیں بیان کر کے حق نمائندگی ادا کرنے کی کوشش کی۔ مضمون کے شروع میں ہی وہ تحریر کرتے ہیں کہ مذہب کے معنی اور کچھ نہیں صرف میل و محبت ہے۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لغت کی کسی کتاب میں تو مذہب کے یہ معنی نہیں پائے جاتے۔ صاحب مضمون کے ذہن میں جو تشریح اور مفہوم ہے اس کو بلا دلیل و وضاحت پیش کرنے سے نہ تو جلسہ کا مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ ہی سننے اور پڑھنے والے کے پلے کچھ پڑتا ہے۔ اور ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ محبت کیا ہے؟۔ محبت کرنے والا کون ہے، کس سے محبت کی جارہی ہے، کیوں محبت کی جارہی ہے وغیرہ۔

اس جگہ یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آریہ دھرم نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی کتب میں آریہ سماج کی حقیقت بیان فرمائی ہے جسے پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ آریہ سماج کے نزدیک ارواح کا کوئی خالق نہیں ہے۔ اسی طرح ارواح کا مختلف اجسام سے تعلق بھی محض اتفاقی ہے۔ اس کے پیچھے کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار خالق و مالک کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ بانی آریہ سماج پنڈت دیانند صاحب نے تو یہ فرضی اور وہمی اصول بیان کیا ہے کہ ارواح مختلف سبزیوں پھلوں وغیرہ پر اس طرح بکھری ہوئی ہوتی ہیں جس طرح شبنم کے قطرے سبزے پر بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ کہ ارواح ازلی اور قدیم ہیں گویا ان کا کوئی خالق و مالک نہیں ہے۔ اگر یہ صورت مان لی جائے تو پھر انسان کا خداتعالیٰ سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا اور خداتعالیٰ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ بندوں سے کسی اطاعت یا محبت کا مطالبہ کرے اور کسی کی روح میں خدا کی معرفت حاصل کرنے اور عبادت و تذلل کرنے کے لئے جوش و جذبہ کس وجہ سے اور کس طرح پیدا ہوگا۔

جناب بابو صاحب نے بیان کیا ہے کہ "خوشی کے حصول کے لئے جو مقصد زندگی ہے میں وہ بیان کروں گا جو آریہ دھرم میں سکھلایا گیا ہے"۔ قطع نظر اس بات کے کہ یہ اصول کہاں تک درست ہے کہ "مقصد زندگی خوشی کا حصول ہے"۔ یہاں پر یہ ادعا کیا گیا ہے کہ اس کے متعلق وہ تعلیم بیان کی جائے گی جو ان کا دھرم سکھاتا ہے مگر ان کی تقریر میں کسی جگہ بھی کوئی متعلق یا غیر متعلق واضح یا غیر واضح کسی قسم کا کوئی حوالہ موجود نہیں بلکہ اس دعویٰ بے دلیل کو ثابت کرنے کے لئے صرف اتنا تبصرہ کافی سمجھا گیا ہے کہ "افسوس لوگ لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خدا کا شکریہ ادا نہیں کرتے"۔ معلوم اس اظہار افسوس سے وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اسے کس طرح اس امر کی دلیل جانتے ہیں کہ خوشی کا حصول مقصد زندگی ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ خوشی کی آج تک کوئی معین تعریف سامنے نہیں آئی۔ خداتعالیٰ کے فضل سے بارش برستی ہے۔ بارش کے بے شمار اور ان گنت فوائد ہیں اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بارش برسنے سے سارے لوگ خوش نہیں ہوتے بلکہ بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنی ذاتی خواہش و مفاد کی خاطر بارش نہ ہونے کی دعائیں کرتے ہیں اور بارش کو مصیبت خیال کرتے ہیں۔ اس مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے سوچا جائے کہ خوشی کیا ہے تو اس کے ایک سے زیادہ جواب سامنے آئیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرر کے ذہن میں مذہب اور مذہب کے مقاصد کی بہت ہی دھندلی سی اور نامکمل سی تصویر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اس تقریر میں جو جلسہ مذاہب عالم میں پڑھی گئی روح کی حقیقت اور انسان کے خدا سے تعلق اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی تدریجی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے نہایت مؤثر اور عارفانہ انداز میں فرماتے ہیں:۔

"روح ایک لطیف نور ہے جو جسم کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتا ہے..... خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے..... صحیح بات یہ ہے کہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا بھی ثابت ہے..... میں جب بھی خدا کے کلام پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیوں کر اس نے اپنی تعلیموں میں انسان کو اس کی طبعی حالتوں کی اصلاح کے قواعد عطا فرما کر پھر آہستہ آہستہ اوپر کی طرف کھینچا ہے اور اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت تک پہنچانا چاہا ہے تو مجھے یہ پُر معرفت قاعدہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اول خدا نے یہ چاہا ہے کہ انسان کو نشست و برخاست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سکھلا کر اس کو وحشیانہ طریق سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کلی بخش کر ایک ادنیٰ درجہ کی اخلاقی حالت جس کو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں سکھلاوے۔ پھر انسان کی نیچرل عادات کو جن کو دوسرے لفظوں میں اخلاق رذیلہ کہہ سکتے ہیں اعتدال پر لاوے تا وہ اعتدال پا کر اخلاق فاضلہ کے رنگ میں آجائیں۔ مگر یہ دونوں طریق دراصل ایک ہی ہیں کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہیں ...... اس حکیم مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے انسان ادنیٰ خلق سے اعلیٰ خلق تک ترقی کر سکے۔ اور پھر تیسرا مرحلہ ترقیات کا یہ رکھا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی محبت اور رضا میں محو ہو جائے اور سب وجود اس کا خدا کے لئے ہو جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کو یاد دلانے کے لئے مسلمانوں کے دین کا نام اسلام رکھا کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ بکلی خدا کے لئے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رکھنا"۔

نمائندہ آریہ دھرم نے تو بہت ہی سرسری انداز میں "میل و محبت" کا ذکر کیا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کی حقیقت کو ایسے مدلل و مکمل رنگ میں پیش کیا ہے کہ روح وجد میں آجاتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً ماں کی محبت رکھتا ہے ...... سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟ درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جس کا اب نام بھول گیا ہے۔ سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گم شدہ محبوب کی تلاش ہے ......"۔

نمائندہ آریہ سماج نے جسمانی صحت کا خیال رکھنے کی ضرورت کی طرف ایسے انداز میں توجہ دلائی جس سے اس کی اہمیت ہی ختم ہو گئی اور حاضرین نے اسے محض دل لگی اور مذاق کی بات سمجھا حالانکہ جسمانی صحت کی بہتری اخلاقی، روحانی حالت کی بہتری اور ترقی کے لئے ایک انتہائی ضروری اور لازمی جزو ہے۔ اس نہایت اہم موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس تقریر میں تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا۔

ان آیات میں خداتعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا، کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا، نامحرموں کے قصے نہ سننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا، اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہیں۔

اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے اسلامی حکم پردہ، غض بصر کی حکمت و فوائد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام کی تعلیم صرف گناہ سے بچنے کے لئے ہی نہیں بلکہ اسلامی تعلیم تو گناہ کے صدور کے مواقع اور راستوں کو بھی بند کرتی اور روحانی ترقی کے راستے اور اخلاق فاضلہ کی بہتری کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

نمائندہ آریہ دھرم نے جسمانی صحت کی بہتری کے لئے بعض امور بیان کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ مذہب کی طرف کماحقہ توجہ نہیں دی جاتی آخر میں بیان کیا ہے کہ "اگر ہندوستان میں چندے یہی حال رہا تو دہریت پھیل جائے گی"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مقرر کو اتنا بھروسہ اور یقین نہیں ہے کہ اس کا دھرم یا مذہب دنیا میں کوئی مفید نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس سچے دھرم اور مذہب کے نمائندہ نے ایمان و ایقان کے رستے کھولتے ہوئے امید و یقین کی روشنی دکھائی اور مایوسی کی تاریکی کو دور فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوش خبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا....."۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی)

سجدۂ تلاوت کی دُعا

قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت سجدۂ تلاوت سنّتِ رسولؐ ہے۔ تلاوت کرتے ہوئے جب ایسی آیت تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے وضو ضروری نہیں۔ سجدہ میں مسنون تسبیحات کے علاوہ یہ دعا پڑھنا بھی حدیث رسول سے ثابت ہے۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ ۔ (جامع سنن ترمذی)

ترجمہ: میرا چہرہ اس ذات کے سامنے سجدہ ریز ہے جس نے اسے پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قدرت سے اسے سننے اور دیکھنے کی قوت عطا کی۔

Earlsfield Properties

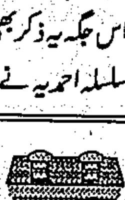

RENTING AGENTS
0181- 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ محمود احمد ملک)

★★حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر درویش فنڈ کی انفرادی تحریک کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ستمبر ۴۹ء میں محترم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب کے ہمراہ کلکتہ گئے۔ محترم شیخ صاحب روزنامہ "الفضل" یکم نومبر میں ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ اس فنڈ میں حضرت سیٹھ محمد صدیق بانی صاحب نے نصف لاکھ کا وعدہ پیش کیا اور جلد ہی ادائیگی کرکے یہ بیان کیا کہ "میں جلد ادائیگی کے لئے اللہ سے دعا کرتا رہا کہ ایک روز ایک بروکر کا فون آیا کہ فلاں کمپنی کے شیئرز کی قیمت بڑھ گئی ہے اگر آپ فروخت کریں گے تو ۴۰ ھزار منافع آئے گا، میں نے خیال کیا کہ میرا وعدہ تو ۵۰ ھزار کا ہے چنانچہ انکار کردیا۔ چند دن بعد اس نے دوبارہ فون کیا کہ قیمت مزید بڑھ گئی ہے اور اب منافع ۵۰ ھزار آتا ہے چنانچہ وہ شیئرز فروخت کرکے منافع اس فنڈ میں پیش کردیا۔"

روزنامہ "الفضل" ۳۰ اکتوبر میں حضرت سیٹھ صاحب کی شاندار مالی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انکے بیٹے محترم میاں منیر احمد بانی صاحب لکھتے ہیں کہ آپکا دستور تھا کہ جب بھی کوئی نئی مالی تحریک ہوتی تو گھرانہ کے سارے افراد کو اکٹھا کرلیتے اور باہمی مشورہ سے سب کو شامل کرکے زیادہ سے زیادہ رقم خدمت سلسلہ کے لئے پیش فرماتے۔ تحریک جدید اور وقف جدید کا وعدہ نئے سال کا اعلان ہوتے ہی بذریعہ تار بھجوا دیتے اور بہت جلد ادائیگی بھی کردیتے۔ تقسیم ملک کے بعد محلہ احمدیہ کو حکومت ہند نے متروکہ جائیداد قرار دے کر صدر انجمن سے ۷ لاکھ سے زائد رقم کا مطالبہ کیا جسکی ادائیگی انجمن کے بس میں نہ تھی۔ چنانچہ خطرہ تھا کہ حکومت اس کو نیلام نہ کردے۔ حضرت سیٹھ صاحب یہ جان کر ازحد مغموم ہوئے اور ارادہ کرلیا کہ اس رقم کی ادائیگی کے لئے اپنی ساری املاک فروخت کردیں گے اور جماعت پر ایسا تکلیف دہ وقت نہ آنے دیں گے، لیکن خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور حکومت اپنا مطالبہ کم کرکے تین اقساط میں اڑھائی لاکھ لینے پر رضامند ہوگئی۔ تب آپ نے حصول ثواب کی خاطر بہشتی مقبرہ اور اس سے ملحقہ جائیداد کی کل قیمت ادا کردی۔ اسی طرح تقسیم ملک سے قبل حضرت مصلح موعودؓ نے ۷ زبانوں میں تراجم قرآن کروانے کی تحریک فرمائی تو آپ نے ڈینش زبان میں ترجمہ کے اخراجات ادا کردیئے۔ بعد ازاں ہندی اور گورمکھی زبانوں میں ترجمہ کے لئے بھی رقوم قادیان بھجوادیں۔ حضرت سیٹھ صاحب کو درویشان اور دیگر مخلصین کی خدمت کی بھی خاص توفیق ملی۔ ایک مخلص اور مخیر دوست جب انقلابات زمانہ کے باعث مصائب میں مبتلا ہوگئے تو حضرت سیٹھ صاحب نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تحریک پر ان سے دریافت کیا کہ کتنی مالی اعانت درکار ہے؟ انہوں نے کچھ ھزار قرضہ حسنہ مانگا جو آپ نے ادا کرکے رسید لے لی۔ کافی عرصہ بعد ان کا ایک خط سیٹھ صاحب کو آیا کہ قرض حسنہ کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی اس لئے معاف کردیں۔ اس پر حضرت سیٹھ صاحب پر رقت طاری ہوگئی اور انکی قربانیاں یاد کرکے آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور جس فراخدلی کے ساتھ آپ نے قرض حسنہ کی رقم دی تھی اسی وسعت قلبی کے ساتھ معاہدہ کی رسید نکال کر اس دوست کو بھجوادی۔

یہی مضمون ۴ نومبر کے شمارہ میں جاری رکھتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ بہار کا دورہ کرنے کے بعد مربی محترم عبدالحق صاحب نے اخبار میں مضمون لکھا کہ قحط کی وبا کے باعث بعض دوست امداد کے مستحق ہیں۔ یہ پڑھتے ہی حضرت سیٹھ صاحب نے ان احباب کے کوائف منگوائے اور امدادی سامان اور نقد رقم بھجوائی اور مربی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "میرا تو ایمان ہے کہ ان غرباء کا میرے مال میں حصہ ہے، جب میرا یہ عقیدہ نہیں رہے گا تو خدا مجھے اس قدر مال دے گا بھی نہیں"۔ حضرت سیٹھ صاحب سردیوں کی ایک صبح سیر سے واپس آئے تو بہت دکھی تھے کہ بے شمار مخلوق سڑکوں پر کھلے آسمان تلے پڑی ہے۔ اسی روز آپ نے درمیانہ درجہ کے کمبل خریدے اور اگلی صبح منہ اندھیرے رازداری کے ساتھ سوئے ہوئے لوگوں پر کمبل ڈالتے چلے گئے۔ خدمت خلق کے اخراجات کے لئے آپ نے اپنی ضروریات کو بہت سادہ کر رکھا تھا۔ آپ نے تعلیم الاسلام کالج کے لئے خطیر امداد دی، مسجد مبارک قادیان میں لاؤڈ سپیکر اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لئے ٹیپ ریکارڈر خریدا، بیت البرکات اور مسجد فضل میں پنکھوں کا انتظام کیا، بہشتی مقبرہ کے لئے بجلی کا خرچ، درویش احباب کے لئے وین اور کار کی خرید، ربوہ میں ہسپتال کے کئی کمروں کی تعمیر اور ایمبولینس کی خرید، مسجد کے لئے چنیوٹ میں زمین کی خرید و تعمیر اور کلکتہ کی مسجد کے لئے نمایاں قربانی شامل ہیں۔

★★حضرت ماسٹر عطا محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ پچپن برس کی عمر میں ریٹائر ہونے کے بعد ۳۳ برس تک جامعہ احمدیہ کے استاد کی حیثیت سے خدمت بجالاتے رہے۔ آپکی فرض شناسی، زندہ دلی، اور بلند ہمتی کے چند واقعات روزنامہ "الفضل"، ۷ نومبر میں شائع ہوئے ہیں۔

★★"راہ سلوک" کے زیر عنوان محترم عبدالمنان ناہید صاحب کا ایک قطعہ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۸ نومبر کی اشاعت سے پیش ہے۔

منزل بہ منزل آگے بڑھاتے چلو قدم
اس رہ کی لیکن آخری منزل کوئی نہیں
جذب سلوک اول و آخر تمام عشق
یہ بحر موج موج ہے ساحل کوئی نہیں

★★اسی شمارہ میں حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ خادم خاص حضرت اقدس علیہ السلام کے بعض واقعات محترم ملک صلاح الدین صاحب کی ایک تالیف سے ماخوذ ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؓ حضور علیہ السلام کے بہت سے ذاتی امور کی نگرانی فرماتے تھے اور احباب جماعت اور حضورؑ کے درمیان رابطہ کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔

★★روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳ نومبر کی ایک خبر کے مطابق ۱۱ نومبر کو اہالیان ربوہ کا اجتماعی وقار عمل منعقد ہوا جس میں ۱۲ ھزار سے زائد خواتین و احباب اور بچوں نے حصہ لیا۔

ناروے کے قدیم باشندے

(نبیلہ رفیق فوزی۔ ناروے)

ناروے میں پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جہاں بادشاہ کے کارندے سخت ظلم اور جبر کا مظاہرہ کرتے وہاں عیسائی مشنری ان کے زخموں پر پھاہے رکھتے اور ان سے ہمدردی سے پیش آتے۔ اپنے مذہب کو خوبصورت انداز میں پیش کرنا اور اسے قدیم وائی کنگ تہذیب سے ہم آہنگ کرنا عیسائیت کا محبوب مشغلہ تھا۔

بادشاہ نے ہر قسم کے Tempel حکماً ختم کرا دئے ان کی جگہ گرجا گھر بنائے گئے۔ عیسائیت کی تعلیم سے متعلق ہر علامت اور رسم کو ملک میں رائج کر دیا گیا۔ گرجا گھروں میں حاضری کو لازم کر دیا گیا اور گرجوں میں گانے کی آزادی دے دی گئی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے Moster شہر میں گرجا گھر قائم کیا گیا۔

وائی کنگ قوم کے بعض لوگ اپنی تہذیب و روایات کو بچانے کے لئے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ برسوں بعد پہاڑوں اور غاروں میں اس تہذیب کے نشانات دستیاب ہوئے جن میں لکڑی اور پتھر سے تراشے ہوئے بت جنہیں ناروے کے لوگ Troll کہتے ہیں ملے جن کی مدد سے قدیم وائی کنگ تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ بعض مقامات پر مقامی لوگوں نے حکومت کے کارندوں کا مقابلہ کیا۔ اس دست بدست مقابلے میں اینٹ کا جواب پتھر سے دیا گیا۔ اس سلسلہ میں بھوک پیاس اور ہڑتال کے مختلف طریقے آزمائے گئے۔ حکومت کے کارندے Trondalag کے زمینداروں کی طرف بار بار عیسائیت کا پیغام لے کر گئے مگر ان لوگوں نے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ ایک اور موقعہ پر ایک عیسائی مشنری عیسائیت کی تعلیم دینے آیا اور عیسائیت اور وائی کنگ تہذیب کا موازنہ کرنے لگا تو مشتعل ہجوم نے پادری کی تکا بوٹی کر دی۔

اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے لیکن یہ لمحے عیسائیت کی مزید تبلیغ کا ذریعہ بن جاتے اور نہایت مؤثر ثابت ہوتے۔

الغرض پانچ سال کے عرصہ میں King Olav نے انگلستان سے لائے گئے پادریوں کی مدد سے پورے ملک میں مکمل طور پر عیسائیت کو رائج کر دیا۔ اگرچہ سارا ملک بظاہر عیسائیت کی آغوش میں چلا گیا مگر بعض لوگوں نے عیسائیت کو محض ایک دباؤ کے تحت قبول کر لیا اور ان کے دل ہمیشہ اس کی قید سے آزاد رہے۔ وہ اپنے مذہب سے تو آزاد ہو گئے مگر انہوں نے نئے مذہب کے تقاضوں کے مطابق بھی ہرگز اپنے آپ کو استوار نہ کیا۔ انہوں نے اپنی ایک الگ راہ متعین کرلی اور ایک خود ساختہ نظریہ پر قائم ہوگئے۔ ان کے اس راہ عمل میں نہ کسی خدا کا تصور ملتا ہے اور نہ کسی مذہب کی اتباع کا۔ یہ نظریہ سینہ بسینہ اس قوم کے لوگوں میں چلا آتا ہے۔ یہاں پر اکثر لوگ ایسے آپ کو ملیں گے جو کسی قسم کے معبود کی اطاعت و عبادت اور مذہب کے تصور سے بالکل عاری ہیں۔ اور اپنی اچھوتی راہ عمل پر گامزن ہیں۔ الحاد اور مادیت ان کا مذہب ہے اور انسانی قدروں کا احترام کرتے ہیں اور انہیں ہی اپنا مذہب گردانتے ہیں۔

آخر کار ناروے کے خطے کو حکومت اور طاقت کے زور پر زبردستی عیسائی بنانے والا یہ زبردست بادشاہ صرف پانچ سال حکومت کر سکا۔ سویڈن اور ڈنمارک کے بادشاہوں نے مل کر ناروے کے شمال مغربی علاقوں پر حملہ کر دیا۔ اس کی توقعات کے خلاف اس کی فوج شکست سے دوچار ہونے لگی۔ جب اسے محسوس ہوا کہ اب کوئی حربہ اسے شکست سے نہیں بچا سکتا تو اس نے جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا کر جان دے دی۔

(اس مضمون کی تیاری کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی۔

1.A brief hidtory of Norway
by John Midgaard Norway
2.Norges Historie v.9 og V.11 by
Redaktor Knut My Kland
3.Kristendom iNorge
4.Kirke Aktuelt)

ایم۔ٹی۔اے کی نئی انتظامیہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے لئے حسب ذیل نئی انتظامیہ کمیٹی مقرر فرمائی ہے۔

چیئرمین نمبر ۱: مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب۔
چیئرمین نمبر ۲: مکرم عطاء المجیب راشد صاحب۔
سیکرٹری: مکرم رفیق احمد حیات صاحب۔
ممبران: مکرم منیرالدین شمس صاحب، مکرم شجر احمد فاروقی صاحب، مکرم مبارک احمد ظفر صاحب، مکرم منیر احمد جاوید صاحب۔ (ہادی علی۔ قائمقام چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ)

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کردیا ہے؟
اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرماکر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینیجر)

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:

TEL: 0141-777 8568
FAX: 0141-776 7130

مکتوب آسٹریلیا
دلچسپ خبریں

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

کیا ستره لاکھ انواع کے جوڑے کشتی نوح میں سوار کئے گئے تھے

یو این او کے ایک ادارہ نے دنیا میں موجود انواع (Species) کی پہلی بار گنتی کی ہے (First Global Biodiversity Assessment) جس کے مطابق دنیا میں حیوانوں، درختوں، پودوں، کیڑے مکوڑوں اور بکٹیریا وغیرہ کی تیرہ تا چودہ ملین انواع پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے تیس ہزار انواع صرف ایک نوع (یعنی انسان) کے ہاتھوں مٹنے کے قریب ہیں۔ ان انواع میں سے صرف پونے دو ملین ایسی ہیں جن کو دستاویزی شکل میں ریکارڈ پر اب تک لایا جاچکا ہے۔ کیڑوں میں سے سات ملین انواع ایسی ہیں جن کو ابھی شمار نہیں کیا جاسکا۔ یہی حال دوسری انواع کا ہے۔ ایک اخباری کالم نگار ان اعداد و شمار کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ واہ نوح کے بھی کیا کہنے ہیں چودہ ملین انواع کے جوڑوں کو ایسی کشتی میں بھر دینا جو صرف ۱۵۰ میٹر لمبی ۲۵ میٹر چوڑی اور ۱۵ میٹر اونچی تھی جگہ کے صحیح استعمال کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو صرف انہی کا حصہ تھی۔ لیکن سب سے بڑا کارنامہ تو عظیم الجثہ ڈائنا سورز (Dinsaurs) کو کشتی میں سوار کرنا تھا لیکن افسوس کہ حضرت نوح کی کوشش کے باوجود یہ نوع زیادہ دیر تک نہ بچ سکی۔

کالم نگار نے جس واقعہ کی طرف طنزیہ اشارہ کیا ہے وہ بائبل میں پیدائش (Genesis) کے باب سات اور آٹھ میں بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق طوفان نوح ساری زمین پر محیط تھا اور ہر زندہ چیز جو زمین پر اس وقت موجود تھی انسان، جانور، پرندے وغیرہ سب مٹ گئے تھے اور صرف وہی بچے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار تھے۔ یہ بیان موجودہ بائبل کے ان مقامات میں سے ہے جنہوں نے لوگوں کو دہریہ بنا کر مذہب سے دور کر دیا ہے اور قرآن کریم نے بائبل کی اصلاح کی ہے۔

قرآن کے مطابق نوحؑ تمام دنیا کی طرف نبی نہ تھے بلکہ ایک قومی نبی تھے۔ قرآن بار بار "اس کی قوم" "میری قوم" کے الفاظ میں ان کی امت کا ذکر کرتا ہے۔ شرعی عذاب نبی کے انذار کے بعد ہی نازل ہوتا ہے۔ حضرت نوحؑ نہ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور نہ ساری دنیا پر طوفان کا عذاب آیا تھا۔ یہ بھی قرآن میں نہیں لکھا کہ حضرت نوحؑ کو تمام ذی حیات انواع اور ان کی خوراک کو کشتی پر سوار کرنے کا حکم ملا تھا۔ ان کو صرف ضروری جانور ساتھ رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ ایسے ہی تمام دنیا کے انسان نوحؑ کے تین بیٹوں کی اولاد نہیں بلکہ جہاں نوح علیہ السلام کے ساتھ جو چند مومن تھے ان کی نسل چلی ہوگی وہاں ان انسانوں کی بھی جو زندگی کے آغاز ہی سے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل چکے تھے۔ پس جہاں قرآن کریم صحیح واقعات کو بیان کرتا ہے وہاں اس امر میں بائبل کا بیان وحی و الہام، سلسلہ نبوت اور خدا کی ہستی کے بارہ میں مطمئن نہیں کرتا بلکہ شکوک و شبہات میں مبتلا کرتا ہے جیسا کہ کالم نگار کے مذکورہ بالا فقرات سے ظاہر ہے۔

فطرت انسانی کی آواز

آسٹریلیا میں کئی چرچوں کے تعاون سے ایک سروے حال ہی میں کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ پتہ لگانا تھا کہ چرچوں کی حاضری جو دن بدن گر رہی ہے تو کیا اسکی یہ وجہ ہے کہ لوگوں کو خدا کی ذات پر سے ہی ایمان اٹھ گیا ہے یا انکو چرچ میں جانے کی کوئی افادیت نظر نہیں آتی۔ سروے کے نتائج دلچسپ ہیں پہلی بات تو یہ کہ ۷۵% لوگوں نے کہا کہ خدا یا کوئی طاقت بالا ضرور موجود ہے اور ۱۰% نے کہا کہ کوئی بالا طاقت ہونی چاہئے اور یہ ۸۵% وہ لوگ تھے جنکی اکثریت چرچ نہیں جاتی۔ صرف ۸% ایسے تھے جنہوں نے کہا کہ انہیں خدا پر یقین نہیں ہے اور باقی نے یہ کہا کہ انہیں خدا کے وجود میں شک ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بے خدا معاشرہ کے صرف ۲۰% افراد نے کہا کہ خدا کے احکامات پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ گویا ۸۰% کے نزدیک احکامات خداوندی پر عمل کرنا چاہئے۔

ریسرچ کے نتیجہ کے طور پر اسکے مصنف کہتے ہیں "کچھ لوگ ایسے ہیں جنکے عقیدہ اور عمل کا درمیانی رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ کچھ لوگ جنکو مذہب سے زیادہ لگاؤ ہے وہ خدا اور بندے کے درمیان ایک فعال تعلق کے قائل ہیں لیکن بہت دوسرے ایسے ہیں جو ایسا خیال نہیں کرتے۔"

Kenssy

Fried Chicken

TELEPHONE 0181-539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

ProgrammeSchedule for Transmission from London
2nd February - 15th February 1996

Friday 2nd February 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Hamari Kaenat, part 8
12.30 Around the globe: "M.T.A Ke Barakaat"
1.00 MTA News
1.30 *Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40 Nazm
2.50 *Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Saturday 3rd February 1996

11.30 *Darsul Quran Hadhrat khalifa-tul-Massih IV Live from London.
1.00 MTA News
1.30 Mulaqat: Huzoor meets Children
2.30 Children's Corner: " Let's Learn Salaat" by Imam Sahib Rashid, part 21
3.00 Tilawat
3.05 M.T.A Variety: Islamisch press Shau. (German)
3.30 Spiritual advantages of Muslims in Germany.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Sunday 4th February 1996

11.30 *Darsul Quran Hadhrat khalifa-tul-Massih IV Live from London.
1.00 MTA News
1.30 *Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
2.30 A letter from London, by Ameer Sahib UK
3.00 Tilawat
3.05 M.T.A Variety: Manufacturing of Sugar. German
3:30 Kinder Sendung. German
3.55 *Liqaa Ma'al Arab
4:50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes.

Monday 5th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1:00 M.T.A News
1.20 Tilawat
1:30 *Mulaqat
2:30 Dilbar Mera Yehi Hay, by Ch. Hadi Ali Sahib
3.00 Tilawat
3:10 M.T.A Variety: Speech Sahdar Sahib, Khuddam ul Ahmadiyya Karachi.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes

Tuesday 6th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1.00 MTA News
1.20 Tilawat
1.30 *Mulaqat: Tarjamatul Quran Class
2.30 Medical Matters
3.00 Tilawat
3.05 M.T.A Variety: Speech by Sultan Mahmood Ahmad Sahib.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Wednesday 7th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1.00 MTA News
1.20 Tilawat
1:30 Learning Languages with Huzoor,Lesson 68
2.30 Around the globe with Lubna
3:00 Tilawat
3.05 M.T.A Variety: Speech by Mr. Asad Sahib
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Thursday 8th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV Live from London
1.00 M.T.A News
1.20 Tilawat
1.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 69
2.30 M.T.A. Variety - Who are the Ahmadi Muslims?, by Noor Ahmad Boelstad.
3.00 Tilawat
3.10 M.T.A Variety: Quiz Programme
3.30 Children's Corner: Yassarnal Quran No.21
3:50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes

Friday 9th February 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Speech by A Rashid Tabassum
1.00 MTA News
1.30 *Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40 Nazm
2.50 *Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Saturday 10th February 1996

11.30 *Darsul Quran Hadhrat khalifa-tul-Massih IV Live from London.
1:00 MTA News
1.20 Tilawat
1.30 Mulaqat: Huzoor meets Children
2.30 Children's Corner: "
3.00 Tilawat
3.10 M.T.A Variety: German, Opening Ceremony of Mubashir Studio.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Sunday 11th February 1996

11.30 *Darsul Quran Hadhrat khalifa-tul-Massih IV Live from London.
1.00 MTA News
1.20 Tilawat
1.30 *Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
2.30 A letter from London, by Ameer Sahib UK
3.00 Tilawat
3.10 M.T.A Variety: Presented by Amir Sahib Germany
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4:50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes.

Monday 12th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1:00 M.T.A. News
1.20 Tilawat
1:30 *Mulaqat
2:30 Dilbar Mera Yehi Hay, by Ch. Hadi Ali Sahib
3.00 Tilawat
3:10 M.T.A Variety: Rohani Khazaen.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes

Tuesday 13th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1.00 MTA News
1.20 Tilawat
1.30 *Mulaqat: Tarjamatul Quran Class
2.30 Medical Matters
3.00 Tilawat
3.10 M.T.A Sports: All Rabwah Basketball Tournament
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Wednesday 14th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
1.00 MTA News
1.20 Tilawat
1:30 Learning Languages with Huzoor; Lesson 70
2.30 Around the globe with Lubna
3:00 Tilawat
3.10 M.T.A Variety: Islami Adaab by Ataul Mujeeb Rashid, Imam London Mosque U.K.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes.

Thursday 15th February 1996

11.30 *Darsul Quran - by Hadhrat Khalifatul Masih IV Live from London
1.00 M.T.A News
1.20 Tilawat
1.30 Learning Languages with Huzoor, Lesson 71
2.30 Medical Matters
3.00 Tilawat
3.10 M.T.A Variety: Quiz Programme from Pakistan
3.30 Children's Corner: Yassarnal Quran No.22
3:50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4:55 Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice.
* Simultaneous Translations are available for the following programmes in Urdu, English, Arabic, French, Bengali, Turkish.
Friday Sermon - Mulaqat - Darsul Quran - Tarjamatul Quran Class - and Liqaa Ma'al Arab

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095
Vol. 3 Friday, February 2, 1996 No. 5

سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیت الاکرام لیسٹر میں ورود مسعود اور غیر مسلم مہمانوں کے ساتھ مجلس سوال و جواب

لیسٹر (نمائندہ الفضل) ہفتہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۶ء کا دن جماعت احمدیہ لیسٹر کے لئے بہت خوشی اور مسرت کا دن تھا کہ اس شام قریباً پونے چھ بجے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت احمدیہ لیسٹر کے مشن ہاؤس میں پہلی مرتبہ ورود فرما ہوئے۔ یہ جماعتی مرکز جس کا نام حضور ایدہ اللہ نے بیت الاکرام رکھا ہے دو سال قبل جماعت نے خریدا تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے بیت الاکرام میں پہنچتے ہی سب سے پہلے تمام موجود احباب کو جو قطاروں میں کھڑے آپ کے منتظر تھے فرداً فرداً شرف مصافحہ بخشا اور پھر مشن ہاؤس کا معائنہ فرمایا۔ پھر نماز مغرب و عشاء پڑھائیں۔ اس کے بعد تقریباً ساڑھے چھ بجے مجلس سوال و جواب شروع ہوئی جو کہ انگریزی میں تھی۔ یہ مجلس تقریباً دو گھنٹہ جاری رہی۔ اس مجلس میں تقریباً ۱۴۰ سے زائد احباب نے شرکت کی جن میں نصف سے زیادہ تعداد غیراز جماعت مہمانوں کی تھی۔ ان مہمانوں میں سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ اور پروفیسرز، پولیس آفیسرز کے علاوہ مختلف مذاہب کے مقامی سرکردہ احباب بھی شامل تھے۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر تین عیسائی پادری صاحبان بھی تھے۔ ان پادری صاحبان نے بھی حضور انور سے بعض سوالات دریافت کئے۔ سب مہمانوں نے یہ پروگرام بڑے انہماک سے سنا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا اور گہرا اثر لے کر گئے۔

ایک مہمان جو کہ ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور ایک ہائی سکول میں ٹیچر ہیں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا کہ "یہ شام میرے لئے نہایت معلوماتی اور دلچسپ تھی۔ میں نے اس شام کو بہت کچھ سیکھا۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ عموی طور پر مذہبی راہنما صرف مذہب کے متعلق ہی جانتے ہیں اور مذہب سے ہٹ کر اگر کوئی سوال پوچھ لیا جائے تو انہیں جواب دینے میں دشواری پیش آتی ہے۔ لیکن حضور کے اس قدر وسیع اور گہرے علم سے بےحد متاثر ہوا ہوں۔ میں نے آج تک کوئی مذہبی راہنما نہیں دیکھا جس کے علم کی گہرائی اور وسعت ہر موضوع پر اس قدر ہو جتنی حضور کی تھی"۔

ایک اور انگریز خاتون ٹیچر نے کہا کہ جب حضور سوالات کے جوابات دے رہے تھے تو وہ بغور آپکے چہرے کا مطالعہ کر رہی تھی اور اس چیز کو نوٹس کئے بغیر نہ رہ سکی اور یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئی کہ آپ کے چہرے میں ایک عجیب سی چمک تھی اور چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اس نے مزید کہا کہ میں ان کی شخصیت، ان کے اس قدر وسیع علم اور ان کے مدلل جوابات سے بےحد متاثر ہوئی ہوں، انہوں نے آئندہ بھی ایسے پروگراموں میں شرکت کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔

تقریب کے آخر پر مہمانوں کی طرف سے ایک انگریز مہمان نے، جن کا نام مسٹر نیول سٹیک (MR. NEVILE STACK) ہے اور یہاں کے لوکل انگریزی پرچے کے کئی سال ایڈیٹر رہ چکے ہیں، حضور انور ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا۔

اس مجلس کے اختتام پر خدا کے فضل سے دو غیر ازجماعت دوستوں نے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو استقامت کی توفیق بخشے آمین۔

آخر پر تمام مہمانوں کی رات کا کھانا پیش کیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ مکرم مرزا محمد اکرم صاحب صدر جماعت لیسٹر کی درخواست پر ازراہ شفقت ان کے گھر تشریف لے گئے اور رات کے کھانے کے بعد قریباً پونے دس بجے لیسٹر سے روانہ ہوکر رات ساڑھے گیارہ بجے واپس لندن پہنچے۔

گھانا میں عنقریب جماعت احمدیہ کے زیر انتظام ساتویں اسپتال کا آغاز ہونے والا ہے

جماعت احمدیہ گھانا مغربی افریقہ کے ماہنامہ اخبار "دی گائیڈنس" کے مطابق عنقریب اپرویسٹ ریجن میں Kaleo کے مقام پر جماعت احمدیہ کے زیر انتظام ساتواں اسپتال باقاعدہ کام شروع کر دے گا۔ اس سے پہلے گھانا میں اگونا، ٹیچیمان، کوکوفو، آسوکورے اور Daboase کے مقام پر احمدیہ اسپتال خدمت خلق میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں کماسی کے قریب Boadi کے مقام پر ایک ہومیو پیتھک کلینک بھی بنی نوع انسان کی خدمت کر رہا ہے۔

مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب، امیر و مشنری انچارج گھانا نے اخبار کو بتایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے Kaleo کے مقام پر نئے اسپتال کے اجراء کی منظوری مل چکی ہے اور اس غرض سے ڈاکٹر نصیر احمد صاحب یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت عارضی طور پر ایک بلڈنگ میں کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ جونہی اسپتال کی عمارت مکمل ہوئی نئی عمارت میں یہ اسپتال بھرپور طریق پر کام شروع کر دے گا۔ مکرم امیر صاحب نے بتایا کہ اسی طرح ملک میں ایک مزید ہومیو پیتھک کلینک بھی جلد ہی شروع کیا جائے گا۔ اس کلینک کے لئے ڈاکٹر شبیر حسین صاحب پہلے سے ہی گھانا پہنچ چکے ہیں۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ایبٹ آباد میں

جماعت احمدیہ کی مسجد کو سیل کر دیا گیا

احمدی گھروں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں

[پریس ڈیسک]۔ پاکستان سے آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۶ء کو ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد محمد ریاض خان کے حکم سے جماعت احمدیہ کی مسجد، ۷۷ تنولی ہاؤس کو سربمہر کر دیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک عرصہ سے "مجلس تحفظ ختم نبوت" والے جماعت احمدیہ کے افراد کو مسجد کے استعمال سے روکنے کی تدابیر کر رہے تھے چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد جب وہ اپنے گھروں کو واپس جاتے تو ان پر آوازے کسے جاتے، دھمکیاں دی جاتیں اور ایک دفعہ تو پولیس کی موجودگی میں بازار میں ان پر حملہ کیا گیا اور مارا پیٹا گیا۔ بعض دفعہ احمدیوں کو اغوا کر کے ویرانے میں لے جا کر تشدد کیا گیا۔ جب ان حرکات سے بھی انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو ملاؤں کا ایک گروہ ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد کے پاس پہنچا اور مسجد کو سیل کرنے کا مطالبہ کیا جس پر ڈپٹی کمشنر نے مسجد احمدیہ کو سربمہر کرنے کا حکم جاری کر دیا اور کہا کہ احمدیوں کو پورے ضلع ایبٹ آباد میں نمازوں کی ادائیگی کے لئے کسی بھی جگہ کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء کو پولیس مکرم تنویر احمد صاحب ولد فضل الرحمان صاحب کو ان کے گھر سے گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ ان کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۱/۱۰۷ مقدمہ درج کر لیا گیا ہے جبکہ دوسرے احمدی گھروں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک میں اپنے ان مظلوم بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان معصوم احمدیوں کو ظالموں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔

جماعت احمدیہ ہنسلو کے زیراہتمام جلسہ سیرت النبیؐ

لندن: (نمائندہ الفضل) مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۶ء ہیتھ لینڈ سکول ہال میں جماعت احمدیہ ہنسلو نے جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انعقاد کیا جس میں ۲ صد مہمانوں نے شرکت فرمائی۔ مہمانان کی فہرست میں علاقہ کے میئر، سپرٹنڈنٹ پولیس، ہنسلو بارو کے چیف ایگزیکٹو کے علاوہ مختلف علمی ادبی حلقوں کے معززین شامل تھے۔

مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی صدارت میں یہ تقریب تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ مکرم امیر صاحب نے حاضرین کا استقبال کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ کی بعثت کی غرض احیائے اسلام تھی۔ اسی مقصد عظیم کے تحت بفضل تعالیٰ جماعت احمدیہ سو سال سے زائد عرصہ سے امن، بھائی چارہ اور رواداری کی اسلامی تعلیم کو عام کرنے کے لئے کوشاں ہے اور تمام مذاہب عالم کے نمائندوں کو ان مشترکہ قدروں کی بنیاد پر اپنے ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جہاں تک اسلام کے بارے میں مغربی اقوام کی غلط فہمیوں کا تعلق ہے اسکے ذمہ دار وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیم کے مطابق عملی نمونہ نہیں دکھایا۔ جماعت احمدیہ اس پہلو سے دوسروں سے ممتاز ہے کہ نہ صرف اسلام کی حقیقی تعلیم کو پیش کرتی ہے بلکہ عملاً اس پر کاربند بھی ہے۔

ہنسلو کے میئر کونسلر اجمیر سنگھ ڈھلوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ آپؐ ایک پاکیزہ، ہمدرد، نیک دل اور صدیق انسان تھے۔

اس کے بعد مکرم مظفر احمد کلارک صاحب ریجنل امیر برمنگھم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تفصیل کے ساتھ تاریخ اسلام کی روشنی میں تقریر فرمائی۔

سپرٹنڈنٹ پولیس جناب بیری میرز نے حضرت بانی اسلامؐ کے عدل و انصاف پر مبنی قانون کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام کے قانون میں اگر کسی کو سزا بھی دینی پڑی تو وہاں بھی ہمیشہ جذبہ اصلاح کو مقدم رکھا گیا اور حضرت بانی اسلامؐ نے جہاں بھی اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں حکم صادر فرمائے وہ حقیقت پسندانہ اور قابل عمل تھے۔ اسی طرح ہنسلو بارو کے چیف ایگزیکٹو نے خطاب کرتے ہوئے ادب و احترام، حسن اخلاق اور مساوی حقوق کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

آخر میں مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے قرآن کریم، احادیث اور تاریخی شواہد کے حوالے سے سیرت طیبہؐ کے ان پہلوؤں پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جن کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی، سادگی، انکساری، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور آپؐ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت اور حسن سلوک سے تھا۔ آپ کا خطاب سامعین کے لئے بہت معلومات افزاء تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور تعلق باللہ کا بیان وجد پرور تھا۔

مکرم امام صاحب کے خطاب کے بعد ہنسلو جماعت کے صدر مکرم عبداللطیف خان صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد